# کیا صلوٰۃ وسلام اور محفلِ میلاد بدعت ہے؟




- درود شریف کے ساتھ زیادتی۔
- تاریخ میلاد کا موجد اور مروج کے حالات وعقائد۔
- تاریخ میلاد پر رقص وسرور کی محافل۔
- پہلی مرتبہ میلاد النبی منانے والا غیر مقلد تھا۔
- علمائے احناف کے فتاویٰ۔
- اہل بدعت کا ترجمۂ قرآن وتفاسیر میں تحریفات۔

نعمان محمد امین




بسم الله الرحمن الرحيم
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين


سُورَةُ الفَاتِحَة
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ○

# کیا صلوٰۃ وسلام اور محفلِ میلاد بدعت ہے؟

''جس میں درود شریف جیسی اہم عبادت کے ساتھ بدعات کا معاملہ، میلاد کی تاریخ، اس کے موجد، مروج کے عقاید ونظریات اور اس کے بارے میں علمائے احناف کے فتاوے، بدعات کے معانی ومفاسد کا بیان مدلل انداز میں کیا گیا ہے۔''

تالیف

**نعمان محمد امین**

ناشر

الامین، مسلم آباد، نیو ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

کتاب : کیا صلوٰۃ وسلام اور محفلِ میلاد بدعت ہے؟

تالیف : نعمان محمد امین

صفحات : ۹۴

کمپوزنگ : ابن رشید الحسینی

طابع : اشہد پرنٹنگ سروس

ناشر




نزد زینب مسجد، مسلم آباد، نیو ایم اے جناح روڈ۔ کراچی ۷۴۸۰۰

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبۂ رشیدیہ، بالمقابل مقدس مسجد، اردو بازار۔ کراچی

۲۔ ادارۃ الانور، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن۔ کراچی

۳۔ حاجی امداد اللہؒ اکیڈمی، مارکیٹ ٹاور۔ حیدر آباد

۴۔ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار۔ راول پنڈی

# آئینۂ کتاب

# انتساب

یہ کتاب میں اپنے والدین اور اپنے علماے حق اہلِ سنت والجماعت کے نام معنون کرتا ہوں اور ساتھ میں دعا گو بھی ہوں کے اُن کی خدمات سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور یہ ان ہی سے تعلقِ حق کا اثر ہے جو میں اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر کرتے ہوئے اس کتاب کو لکھ سکا۔

اس کے علاوہ میں شکر گذار ہوں اپنے بھائیوں کا خصوصاً اپنے بڑے بھائی کامران محمد امین اور دوستوں کا جن میں عمران غازی کا نام قابل ذکر ہے کہ اس کتاب کو لکھنے میں ان کا بھرپور تعاون اور ان کی حوصلہ افزائی میری ساتھ رہی۔

اور سب تعریفیں میرے رب ذوالجلال والاکرام کے لیے جس نے مجھے یہ کتاب لکھنے کی توفیق بخشی۔ میں دعا گو ہوں وہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے جو کہ صرف اس کی رضا کے حصول کے لیے اور اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لیے لکھی گئی ہے۔ بس اللہ رب العزت میری اس کوشش کو آخرت میں میری نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین ثم آمین

آپ کی نیک دعاؤں کا طالب

**نعمان محمد امین**

۱۵ر دسمبر ۲۰۰۷

مطابق ۴ر ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ

کراچی

# تعارف

قیامت کی نشانیوں میں سے بہت سے فتنوں کا منہ ہم نے ابھی دیکھنا ہے۔ انہی میں سے مسلمانوں کے عقاید و اعمال کے بگاڑ کا فتنہ بھی ہے۔ اس کی سرکوبی اور امتِ مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے اہلِ علم نے بہت سی کتابیں لکھ کر اور وعظ و نصیحت کر کے آگاہ کیا۔ **فجزاھم اللّٰہ تعالٰی!**

میرے قابلِ احترام دوست اور محبی برادرم نعمان محمد امین زاد اللہ مجدہٗ نے بھی اپنے بزرگوں کی کتابوں اور اہلِ علم سے استفادہ کر کے یہ مختصر سا رسالہ مبتدعین کو دعوتِ فکر کے لیے لکھا ہے۔ موصوف اس موضوع میں بڑے حساس طبیعت ہیں اور اس نوجوانی میں امت کے لیے اپنے دل میں درد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید اضافہ فرمائے، امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

رسالے میں درود شریف کے معاملے میں بدعات، مجلسِ میلاد اور بدعت کے معانی و مفاسد بیان کیے گئے ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ میلاد کے معاملے میں اہلِ بدعت قرآن کے معانی و تفسیر میں بھی ردّ و بدل کرتے ہیں۔ یہ فتنہ اس وقت تک رہے گا جب تک حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کا ظہور نہیں ہوگا۔ اس فتنے سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنے چاہیے اور سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں روزانہ پڑھنی چاہییں۔ اس سے فتنۂ اعظم دجال سے حفاظت رہے گی اور چھوٹے فتنوں سے بہ درجہ اتم محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس رسالے کو مؤلف، ناشر اور قاری کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

تنویر احمد شریفی

۱۸ر فروری ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ.

# تمہید

اسلام کی تعلیمات میں اہلِ اسلام کے لیے باہمی اتحاد و اتفاق کی تعلیم بھی عجیب نعمت ہے۔ مگر افسوس! اب ہم اس سے محروم ہو چکے ہیں اور اب اپنی وہ دولت بھی دشمنوں کو نصیب ہے۔ یہ کیوں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔ اُن میں سے خاص طور پر اس فتنے کے دور میں فروعی اور غیر ضروری اختلافی مسائل میں آپس کا تنازعہ بھی ہے، جس نے نہ صرف ہماری مذہبی حیات کو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔

ان مسائل میں سے ایک مجلسِ میلاد کی رسم اور اس میں ذکر ولادت و قیام یعنی کھڑے ہونا اور دوسرا اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا خصوصیت سے دین کے لبادے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جس کا گھر گھر ذکر اور علما سے لے کر عوام تک شور برپا ہے۔ اسی پر بھی بس نہیں بلکہ بہت سے عوام اس کو کفر و اسلام کا معیار تک سمجھتے ہیں، لیکن زیادہ تر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کو کس نے کب اور کیوں ایجاد اور رواج دیا؟ مولود (سالگرہ) کی پہلی کتاب جسے آپ آسان اردو میں نعت کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں، کب اور کس نے لکھی؟ اسے ایجاد کرنے والے اور رواج دینے والے اور مصنف کون اور کیسے لوگ تھے؟

اس کتاب کو ترتیب دینے کا مقصد اور کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کو اس کی تاریخ بہ حوالہ بتا دوں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت حنفی کہنے والے کس کے طریقے پر عمل کر رہے ہیں اور یہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرامؒ، تبع تابعینؒ، حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ مجتہدینؒ یا ان کے تلامذہ، مفسرین و محدثین، فقہا

واہلِ علم کا طریقہ و عمل رہا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہوگا تو کیا یہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ❶ کا انکار نہیں ہے؟

یاد رکھیے! قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا بھی واضح انکار یا ایسا عمل جس سے قرآن مجید کی آیت کی توہین وانکار ثابت ہوتا ہو کفر ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دین کے لباس میں یہ کفر ہو رہا ہو؟

اللہ تعالیٰ ان چند سطروں کو میری اور آپ کی ہدایت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین

خاک پائے اہلِ سنت والجماعت

**نعمان محمد امین**

---

❶ ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ (موضح الفرقان)

# درود شریف اور بدعات

درود شریف ایک عمدہ ترین عبادت ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ (سورۂ احزاب:۵۶)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

صلوٰۃ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے اور جب فرشتوں کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد دعائے رحمت ہے۔اسی طرح مومنوں کی طرف بھی صلوٰۃ کی اضافت طلب رحمت کے معنی میں ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور آپ کی تعریف اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں، سو تم بھی اللہ سے رحمت کے نزول کی دعا کرو۔حدیث شریف میں درود شریف کی جو شان اور درجہ بیان ہوا ہے وہ گنتی سے باہر ہے۔چناں چہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔'' (مسلم: ج۱،ص۱۷۵۔مشکوٰۃ: ج۱،ص۸۶)

اور ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

(مستدرک: ج۱،ص۵۵۰)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ

''جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بیٹھی ہو اور اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا ہو تو مجلس اس کے لیے باعث وبال ہوگی۔'' (مستدرک: ج ۱ ص ۵۵۰۔ مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۱۹۸)

الغرض! درود شریف کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ذکر اور درود شریف کے پاک الفاظ سے ہر وقت اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

درود شریف کا پڑھنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور تقرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن اسی طریقے سے جس طرح حضرات صحابۂ کرامؓ اور خیر القرون میں پڑھا جاتا تھا۔ خیر القرون میں نہ درود شریف کے حلقے باندھے جاتے تھے اور نہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ فقۂ حنفی کی مستند کتاب میں لکھا ہے:

''ذکر بالجہر یعنی اونچی آواز میں ذکر کرنا حرام ہے ❶۔''

کیوں کہ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو مسجد سے اس لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تو تمھیں بدعتی ہی سمجھتا ہوں۔ (شامی: ج ۵، ص ۵۰)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس عبادت کے لیے شریعت مطہرہ نے کسی مخصوص ہیئت کے ساتھ قید نہیں لگائی اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی تو یقیناً کوئی مخصوص طرز وطریقہ غلط ہوگا۔

حضرت نافعؒ (وفات ۱۱۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ

''ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک ماری اور اس شخص نے خود کہا الحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اس کا تو میں بھی قائل ہوں کہ الحمد للہ السلام علیٰ رسول اللہ، لیکن ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم نہیں دی۔ ہمیں اس موقع پر اس

❶ انفرادی یا تعلیم وتربیت (اہلِ تصوف) کے حلقے بنا کر ذکر جہری کی اجازت ہے۔ بہ شرطے کہ وہاں نماز اور تلاوت قرآن کوئی نہ کر رہا ہو۔ اسی لیے مسجد میں ذکر جہری مکروہ ہے۔

کی تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للہ علیٰ کلِ حال کہا کریں۔" ❶

(ترمذی: ج ۲، ص ۹۸۔ مشکوٰۃ: ج ۲، ص ۴۰۶)

دیکھیے کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جو کہ کوفہ کے گورنر تھے، بلند آواز سے ذکر کرنے والوں اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے کہ تم بدعتی ہو۔ اگر اس فعل کی کچھ بھی گنجایش ہوتی تو موصوف ایسا کبھی نہ کرتے۔

کوئی حضرت ابن عمرؓ سے پوچھے کہ آپ نے درود وسلام سے کیوں منع کیا اور والسلام علی رسول اللہ کے الفاظ سے آپ کو کیا تکلیف ہوئی ہے؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا گناہ ہے؟ بے موقع اور بے محل درود وسلام سے تو وہابی منع کیا کرتے ہیں، آپ اس زمرے میں کیسے شامل ہو گئے؟ مگر یہ حضرات تو سراپا مطیع رسول تھے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حمد وسلام کے موقع اور محل کو بہ خوبی جانتے تھے۔ اس لیے انھوں نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس وقت پڑھنے والے بھی ہوتے تھے، درود شریف بھی تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت بھی بے انتہا تھی، مگر گلے پھاڑ پھاڑ کر درود شریف پڑھنے کا نہ صرف یہ کہ تصور ہی نہ تھا بلکہ وہ اس کو بدعت اور پڑھنے والوں کو بدعتی سمجھتے تھے اور مسجدوں سے نکال دیا کرتے تھے اور بے موقع درود وسلام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب اُس وقت بلند آواز اور بے موقع درود شریف پڑھنے کا ثواب نہ تھا تو آج کیسے ثواب کا باعث بن سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنے والوں پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ (معاذ اللہ)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ نجات صرف اس فرقے کی ہوگی جو:

مَاأَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

"جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔"

پر گامزن ہوگا۔ اب جو لوگ اونچی آواز میں اور بے موقع درود وسلام پڑھتے ہیں وہ سوچ

❶ یہ پورا کلمہ پڑھنے سے حدیث میں آتا ہے کہ ڈاڑھ میں درد نہیں ہوتا۔

لیں کہ وہ کس راستے پر چل رہے ہیں۔ پھر کیا اس پر بھی غور کیا گیا کہ درود شریف کا ورد رکھنا تو ثواب ہے۔ کیا یہ درود شریف کا ورد رکھتے؟

## اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تاریخ:

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا، نہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت (دین میں نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں) سے واقف تھا اور نہ ائمہ اربعہؒ میں سے کسی بزرگ نے یہ کارروائی کی اور نہ اس کا فتویٰ دیا، (ائمہ اربعہ کا مطلب چار امام (۱) امام ابو حنیفہؒ، (۲) امام مالکؒ، (۳) امام شافعیؒ، (۴) امام احمد ابن حنبلؒ)۔ بلکہ تقریباً ۷۹۰ھ تک کسی بھی مقام پر یہ بدعت رائج نہ تھی۔

اس بدعت کی ابتدا کب ہوئی اور کس نے کی؟ اس میں کچھ اختلاف ہے، لیکن جس پر جمہور متفق ہیں وہ یہ کہ اس کی ابتدا مصر میں ۷۹۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت رافضیوں (شیعوں) کی حکومت تھی۔ چناں چہ تاریخ الخلفاء لسیوطیؒ: ص ۴۹۸، درمختار: ج ۱، ص ۶۴ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۱۱۴ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۷۹۱ھ کو ہوئی جب کہ درمختار میں ۷۸۱ھ لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل نام نہاد صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالاں کہ مدارِ شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا اور اس نے قانوناً یہ بدعت جاری کردی۔

چناں چہ علامہ مقریزیؒ فرماتے ہیں کہ

"وہ جاہل صوفی، قاہرہ کے محتسب کے پاس گیا۔ اس وقت نجم الدین محمد الطبندی جو ایک جاہل شیخ تھا، قضا اور محاسبے میں بداخلاق تھا، ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا اور کمینگی اور بے حیائی کا پتلا تھا۔ حرام اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا تھا اور کسی مومن کی قرابت اور ذمے کا پاس اس کو نہ

تھا۔ گناہوں پر بڑا حریص تھا۔ اس کا جسم مالِ حرام سے پلا ہوا تھا۔ اس کے نزدیک علم کا کمال بس دستار و جبہ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ رضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کوڑے لگانے اور عہدۂ قضا پر برابر جمار ہنے سے ہے۔ اس کی جہالتوں کے قصے اور اس کے گندے افعال کے قصے ملک میں مشہور ہیں۔'' (بہ حوالہ الابداع فی مضار الابتداع: ص ۱۶۱)

علامہ طحطاویؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ کارروائی محمد الطبذی کے حکم سے ہوئی۔ (طحطاوی: ص ۱۰۴، طبع مصر)

امام عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) یہ فرمایا کہ یہ سلام کہنا جیسا کہ مؤذن اب کرتے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھا اور فرماتے ہیں کہ یہ رافضیوں کے دور میں مصر میں رائج ہوا۔ انھوں نے اپنے خلیفہ اور اس کے وزرا پر اذان کے بعد سلام کہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ حاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے اس کی بہن کو اقتدار سونپا تو اس پر اور اس کی وزرا عورتوں پر مؤذن یہ سلام کرتے رہے۔ جب عادل بادشاہ صلاح الدین ابن ایوبیؒ کے ہاتھ اقتدار آیا تو اس نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور مؤذنوں کو حکم دیا کہ اس بدعت کی جگہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں اور شہروں اور دیہاتوں کے باشندوں کو بھی اُس نے یہی حکم دیا۔

(کشف الغمہ: ج ۱، ص ۸۷، طبع ۱۳۷۰ھ)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ صلوٰۃ وسلام نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا اور نہ حضرات خلفائے راشدینؓ کے دورِ مسعود میں۔ بلکہ اس کی ابتدا مصر میں اس زمانے میں ہوئی جب وہاں رافضیوں کا اقتدار تھا۔ انھوں نے ملکۂ مصر اور اس کی وزرا عورتوں پر سلام کہنا شروع کر دیا۔ جب عادل بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا دور شروع ہوا تو انھوں نے اس بدعت کو ممنوع قرار دے کر اس کے بجائے مصر کے شہروں اور دیہاتوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس بدعت نے مصر میں اس طرح وبائی

شکل اختیار کرلی تھی کہ اس کو بالکل ختم کردینا اس وقت کے بادشاہ کے بس میں بھی نہ تھا ❶۔ یہاں تک کہ انھوں نے غالباً اس قاعدے کے پیش نظر

اذا ابتلیتم ببلائین فاختروا اھونھما.

''جب تم دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ تو ان دونوں میں سے ہلکی کو اختیار کرلو۔''

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کو جاری کیا تاکہ ملک میں فساد پیدا نہ ہو اور نہ خلفشار کی نوبت آئے اور اس طرح روافض کی جاری کردہ بدعتِ ضلالہ ختم ہو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ملک عادل کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ حکم تو یہ ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اس عبارت میں صاف اور واضح لکھا ہے کہ یہ کارروائی نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوئی اور نہ حضرات خلفائے راشدینؓ کے دور میں، حالاں کہ اس وقت اذان بھی ہوتی تھی، مسجدیں بھی تھیں، پڑھنے والے بھی ہوتے تھے اور ان میں محبت بھی کمال درجے کی ہوتی تھی، پھر وہ کون سی نئی مجبوری لاحق ہوگئی کہ اس بدعت پر عمل کرنے کی شرعی ضرورت پیش آگئی؟

امام ابن حجر المکیؒ فرماتے ہیں کہ

''بلاشبہ مؤذنوں نے فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کی اذان سے پہلے وہ یہ کارروائی کرتے ہیں اور مغرب میں وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے وہ غالباً نہیں پڑھتے اور اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدینؒ ابن ایوبؒ کے دور میں اور اس کے حکم سے مصر اور اس کی ریاست میں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حاکم مخذول قتل کردیا گیا تو اس

❶ سلطان صلاح الدین ایوبی مرحوم اگرچہ اس بدعت کو ختم نہ کرسکے، لیکن اپنے زمانے کے حکم رانوں پر سلام کے بدلے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام سے بدل دیا۔ ذرا سوچیے! کیا ایوبیؒ کی یہ جرأت اسلام کا حصہ بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ دین وشریعت مکمل ہے۔ کسی بھی شخص کو اس میں حذف واضافے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

کی بہن نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے لڑکے کے حق میں یوں سلام کہیں "اَلسَّلَامُ عَلَی الْاِمَامِ الطَّاھِرِ" پھر اس کے بعد اور حکمرانوں پر بھی یہ سلام ہوتا رہا، یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو ختم کیا اور اس کے عوض میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام جاری کیا۔ اس کا یہ فعل بہت اچھا ہے سو اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے مشائخ اور اس طرح دوسرے بزرگوں سے اس کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اذان کے بعد اس کیفیت سے جس طرح کہ اب موذن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ درود شریف تو سنت ہے مگر اس کیفیت سے پڑھنا بدعت ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیۃ: ج۱ص۱۳۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے" جملہ دعائیہ صرف اس فعل سے متعلق ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے فساق وفجار حکام پر سلام کے طریقے کو بند کر دیا تھا اور جس صلوٰۃ وسلام کو انھوں نے جاری کیا اُس سے اس جملے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ ومشائخ کے فتاوے سے اذان کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس صلوٰۃ وسلام کو سنت اور رائج کیے گئے طریقے کو بدعت لکھا ہے۔

امام ابن حجرؒ آگے لکھتے ہیں:

"اس مضمون کی کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور ہم نے ان میں سے کسی میں نہیں دیکھا کہ اذان سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے اور نہ یہ کہ بعد میں محمد رسول اللہ کے الفاظ پڑھے جائیں اور ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں بھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس سے کچھ اختلاف کیا ہو۔ ان حالات میں یہ دونوں باتیں اس مذکور مقام میں سنت نہیں بلکہ بدعت ہیں۔ سو جس شخص نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی سنت سمجھ کر اس مخصوص محل میں کرے تو اسے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا، کیوں کہ یہ بلا دلیل شریعت بنانا ہے اور جو شخص بغیر دلیل کے شریعت بنائے تو اس کو اس سے ڈانٹا جائے گا اور روکا جائے گا۔" (ج۱ص۱۳۱)

ملاحظہ کیجیے کہ کس صفائی سے امام ابن حجرؒ نے اس بدعت کو رد کرنے کی کوشش اور

جرأت کی ہے۔

مطلق درود شریف اور ذکر کی فضیلت کی حدیثوں سے اذانوں اور نمازوں سے پہلے یا بعد میں جہراً پڑھنے پر استدلال کرنا اپنی غیر معصوم رائے سے دین میں دخل دینا ہے۔ چناں چہ علامہ ابواسحاق الشاطبیؒ (وفات ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں کہ

''ان مطلق احکام میں قید لگانا جن میں شریعت کی طرف سے قید لگانا ثابت نہیں، شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا ہے۔''

(الاعتصام: ج۱،ص۲۸۴، طبع مصر)

اسی طرح ذکر وغیرہ کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔''

(عن سعدؓ صحیح الجامع الصغیر: ج۲،ص۸)

ذکر بالجہر اپنی شرایط کے ساتھ درست بھی ہو تو اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ ذکر کرنا بہر حال بہتر ہے اور ترجیح اس کو ہے۔ کیوں کہ اس سے دِکھاوا بھی نہیں ہوگا اور نمازیوں، سونے والوں، مطالعہ کرنے والوں اور بیماروں کو اس طرح سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اور امام سخاویؒ لکھتے ہیں کہ

مؤذنوں نے پانچ فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کے موقع پر وہ یہ کارروائی اذان کے پہلے کرتے ہیں اور مغرب کے وقت بالکل نہیں کرتے، کیوں کہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتدا سلطان صلاح الدین ابوالمظفر یوسف ابن ایوب کے دور میں ہوئی اور اس کے حکم سے ہوئی، کیوں کہ جب حاکم ابن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن ست الملک نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے طاہر پر اس طرح سلام کہا جائے۔ السلام علی الاما الطاھر. پھر اس کے بعد حکم رانوں پر کیے بعد

دیگر ے سلام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو بند کر دیا۔ اس کو جزائے خیر ملے اور بے شک اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا وہ مستحب ہے یا مکروہ یا بدعت یا محض جائز اور اس کے مستحب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے کہ تم بھلائی کرو اور ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسلام بڑی عبادات میں سے ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب پر حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور علاوہ ازیں اذان کے بعد اور سحری کے وقت اور فجر کے قریب دعا کی فضیلت کی حدیثیں بھی آئی ہیں اور درست بات یہ ہے کہ یہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔

(القول البدیع: ص ۱۴۴، طبع الہ آباد۔ الہند)

اس عبادت سے بھی معلوم ہوا کہ ''اس کو جزائے خیر ملے'' کے جملۂ دعائیہ کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے ظالم اور عیاش بادشاہوں پر سلام کی بدعت کو ختم کیا تھا۔ رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اذانوں کے بعد صلوٰۃ وسلام کا معاملہ تو وہ اس کے بارے میں علمائے کرام سے چار قسم اختلافات نقل کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو مستحب کہا اور کسی نے مکروہ، کسی نے اسے بدعت کہا اور کسی نے صرف جائز اور اپنی رائے بدعتِ حسنہ ہونے کی بیان کی بہ شرطے کہ اس کا کرنے والا نیک نیتی سے یہ کام کرتا ہو اور دلیل یہ بیان کی کہ یہ بھی ایک خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَافْعَلُو الْخَيْرَ کہ تم بھلائی کیا کرو اور بہ کثرت حدیثیں صلوٰۃ وسلام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور اذان کے بعد اور سحری کے وقت اور فجر کے وقت دعا کی فضیلت آئی ہے، مگر امام سخاویؒ نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے۔ کیوں کہ صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کا کون مسلمان منکر ہے؟ اور اسی طرح سحری کے وقت اور بہ وقت فجر دعا کی فضیلت کا (جو احادیث سے ثابت ہے) کون انکار کرتا ہے؟ دعویٰ اور سوال تو یہ ہے کہ بلند آواز سے جو گلے پھاڑ پھاڑ کر اذانوں سے پہلے یا بعد میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اُس کی کیا دلیل ہے؟ اس کی فضیلت پر کون سی حدیث وارد ہوئی ہے؟ امام سخاویؒ وہ نہیں پیش کر سکے۔ اگر یہ فعل وَافْعَلُو الْخَيْرَ سے ثابت ہوتا تو حضرات خلفائے راشدینؓ اور صحابۂ کرامؓ اور

خیر القرون کے سلف صالحین پر یہ عقدہ کیوں نہ کھلا؟ اور ہم تو مقلد ہیں امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کے، انھوں نے بھی تو یہ کام نہیں کیا۔ کیا اُن کے سامنے وَافْعَلُو الْخَیْرَ کا قرآنی مضمون نہ تھا؟ اگر یہ کارروائی خیر ہوتی تو وہ حضرات کبھی اس سے نہ چوکتے۔

## حافظ ابن کثیرؒ کی رائے:

حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

''بہر حال اہلِ سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے۔ کیوں کہ اگر وہ خیر اور بہتر ہوتا تو ضرور وہ ہم سے اس کے کرنے میں سبقت لے جاتے۔ کیوں کہ انھوں نے بھلائی کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت ایسی نہیں چھوڑی جس میں وہ سبقت نہ لے گئے ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر: ج ۴، ص ۱۵۶)

## نجات یافتہ فرقہ:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ نجات حاصل کرنے والا فرقہ وہی ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لیتا ہے جو کتاب اور سنت سے ظاہر ہو اور جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا اس پر عمل ہو۔

(حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱، ص ۱۷۰، طبع مصر)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ اور غیر نجات یافتہ ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف (یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ) کے عقیدہ و عمل کے خلاف کوئی عقیدہ و عمل اپنا لیا ہو۔ (ایضاً: ص ۱۷۰)

حضرت شاہ صاحبؒ نے کس واضح انداز میں نجات پانے والے اور نجات نہ پانے والوں میں فرق بیان کر دیا اور خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے۔

## ہر بدعت گمراہی اور وہ جہنم کا راستہ ہے:

الغرض اذانوں سے پہلے اور بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام کے بدعت کہنے میں

کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

ہر بدعت گم راہی ہے اور ہر گم راہی جہنم میں لے جائے گی۔''

بعض حضرات نے مثلاً امام سخاویؒ، سید احمد طحطاویؒ اور اسی طرح دیگر مصری علما نے اپنی صواب دید کے مطابق اسے بدعت حسنہ کہا ہے مگر کاش! ان کے سامنے آج کل کے مفاسد اور خرابیاں ہوتی تو وہ کبھی اس کو بدعت حسنہ نہ کہتے بلکہ یقین کامل ہے کہ وہ اسے بدعت ضلالہ سے تعبیر کرتے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ سائنس کی ترقی کی بہ دولت لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوں گے اور ان کی بہ دولت آواز میلوں میل تک پہنچے گی کہ نہ تو کوئی مطالعہ اور تلاوت کر سکے گا اور نہ ہی نماز اور سبق پڑھ سکے گا۔ پڑھنے والے اکثر تعصب، ضد اور چڑانے کی خاطر پڑھیں گے۔ یہ نقصانات ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں گے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بیبیاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں لیکن نہایت شرافت، سادگی اور حیا کے ساتھ۔ بعد میں جب مصر، شام اور ایران وغیرہ فتح ہوئے اور وہاں کی بے باک اور بناؤ سنگار کرنے والی عورتیں مدینۂ طیبہ پہنچیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ لیتے تو ان کو ضرور مسجد میں آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔ (بخاری: ج ۱ ص ۱۲۰)

یقین کامل ہے کہ اگر یہ بزرگ اس وقت موجود ہوتے تو اس کارروائی کو بدعت حسنہ کے بجائے بدعت ضلالہ کہتے۔

فتاویٰ ذخیرۃ السالکین میں لکھا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں نہ تھا۔ (بہ حوالہ غایۃ الکلام: ص ۱۲۸)

مؤلف مجالس الابرار فرماتے ہیں کہ اہلِ بدعت نے صرف اذان میں راگ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے بعض کلمات بھی اضافہ کیے ہیں۔ اگر درود شریف قرآن وسنت سے ثابت ہے اور بڑی عمدہ

عبادات میں سے ہے لیکن منارے پر اذان کے بعد اس کے پڑھنے کی عادت اختیار کر لینا جائز نہیں، کیوں کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور ائمہ دینؒ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہی کیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات پر ادا کریں جہاں شریعت نے نہیں بتایا اور جس پر سلف صالحین نے عمل نہیں کیا۔

(مجالس الابرار: ص ۳۰۷، طبع کان پور)

علامہ ابن امیر الحاجؒ فرماتے ہیں کہ

''(اہلِ بدعت نے) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چار مقامات پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے جس کا وجود سلف صالحینؒ کے زمانے میں نہ تھا اور خیر تو ان کی پیروی ہی میں ہے۔ حالاں کہ یہ بدعت تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ ایجاد ہوئی ہے۔ ان مقامات میں سے ایک طلوع فجر کے وقت روزانہ اور دوسرا جمعہ کی رات کو عشا کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنا ہے۔'' (مدخل: ج ۲، ص ۲۴۹)

ان تمام حوالوں سے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا بدعت ہے اور اس کی ابتدا رافضیوں کے دور میں ہوئی اور ایسے ظالم حاکم کے ہاتھ پر ہوئی جو بد اخلاق، راشی، حرام خور اور انتہائی کمینہ تھا اور موجودہ صلوٰۃ وسلام کا طریقہ رافضیوں کے سلام کا چربہ ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے رافضیوں کی بدعت کو ختم کر کے اسے رائج کیا۔ آپ اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے بڑی بدعت کو ختم کر کے چھوٹی اور ہلکی بدعت اختیار کی، مگر بدعت بہر حال بدعت ہے اور جب بدعت ہوئی تو اس میں حسن کہاں سے آئے گا جسے آپ بدعت حسنہ کہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

''بدعت جب شرعاً مردود ہے تو اس میں حسن کہاں سے پیدا ہوگا۔''

(مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم، مکتوب ۱۸۶، ص ۲۷، طبع امرتسر)

حیرت ہے کہ اپنے آپ کو سنی کہلانے والے بدعت پر چل رہے ہیں اور جو لوگ صحیح سنت پر عمل کر رہے ہیں اُلٹا ان کو کوستے ہیں اور وہابی کہتے ہیں۔ نہایت ہی افسوس

ہے اس بے بنیاد نظریے پر۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

''حق تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا ہے کہ جو چیز دین میں گھڑی گئی ہے اور بدعت جاری کی گئی ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدینؓ کے دور میں نہ تھیں اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کی روشنی کی مانند ہو، اس ضعیف کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس جماعت میں شامل نہ کرے، جو بدعت کے عمل میں گرفتار اور بدعت کے حسن کے فتنے میں مبتلا ہے۔'' (مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم مکتوب ۱۸۶، ص ۲۷، طبع امرتسر)

یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سنت ہے اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سنت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے اذان سے قبل اور بعد بلند آواز سے نہ تو صلوٰۃ وسلام پڑھا اور نہ اس کا حکم فرمایا۔ کیوں کہ یہ کام انھوں نے نہیں کیا اس لیے اب یہ کام ہم نہ کر کے یا اُسے چھوڑ کے انھی کی سنت ادا کریں گے۔ یہ کہنا کہ اُسے چھوڑنے سے کوئی سنت ادا نہیں ہوتی، تو یہ محض اپنے دل کو بہلانے والی بات ہے۔ ہوسکتا ہے یہ ساری تحریر پڑھنے کے بعد کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ جناب میں تو اب بھی اذان سے پہلے اونچی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھوں گا کیوں کہ میں یہ عمل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں کرتا ہوں اور اللہ مجھے میرے اس عمل پر سزا نہیں دے گا۔ تو اُن کے لیے ایک واقعہ نقل کر دیتا ہوں کہ شاید اس سے وہ اپنی ضد سے باز آجائیں۔

حضرت علیؓ (شہادت ۴۰ھ) سے ایک روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہی تو حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس

فعل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز فعل عبث (فضول کام) ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید کہ تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے۔" (شرح مجمع البحرین، کذانی الجنہ: ص ۱۶۵، نظم البیان: ص ۴۷)

میرے بھائیو، بزرگو اور دوستو! آپ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک ایسا عمل کر رہے ہیں جس کا حکم اللہ کے نبی نے نہیں دیا اور یہ شخص تو اللہ کی محبت میں اللہ کی عبادت کرنا چاہ رہا تھا لیکن ایسے وقت جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جب اس شخص سے کہہ دیا کہ تیرا عمل فضول ہے اور تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے گا تو آپ کس شمار میں ہیں؟

خدارا! اب بھی سنبھل جائیں، دینِ اسلام کسی کے باپ کی جاگیر نہیں کہ جو ہم مناسب یا ٹھیک سمجھیں وہ کرتے رہیں۔ ہمارا دین سوا چودہ سو سال پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا اب اس میں کسی نئے طریقے کی عبادت کی ضرورت نہیں، جس پر ہم اللہ سے ثواب کی اُمید کریں۔ یہ ثواب کمانے کے نئے طریقے آپ کو عذابِ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اپنے آپ کو بچائیں اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور ائمہ کرام رحمتہ اللہ علیہم کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ اور اس کے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کریں کیوں کہ ان ہی کی خوشنودگی ہمارا مقصدِ حیات ہے اور جنت کی ضمانت بھی۔

# تاریخِ میلاد

اس میں شک وشبہ کی ادنیٰ گنجایش بھی نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت اور عقیدت عین ایمان ہے اور آپ کی پیدایش سے لے کر وفات تک زندگی کے ہر شعبے کے صحیح حالات وواقعات اور آپ کے اقوال وافعال کو پیش کرنا اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے حالات معلوم کرے اور ان کو مشعلِ راہ بنائے۔ سال کے ہر مہینے میں، ہر مہینے کے ہر ہفتے میں، ہر ہفتے کے ہر دن میں، ہر دن کے ہر گھنٹے میں اور ہر گھنٹے کے ہر لمحے میں کوئی وقت ایسا نہیں جس میں آپ کی زندگی کے حالات وواقعات سننا اور بیان کرنا منع ہو اور نہ ہی اس بات پر کسی کا اختلاف ہے۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو مقرر کر کے اس میں میلاد منانا، محفل اور مجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اس دن کو مخصوص کر کے فقرا اور مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اہلِ خیر القرونؒ سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کسی مسلمان کو اس سے اختلاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کیوں کہ جو کچھ انھوں نے کیا یا جس عمل کو انھوں نے چھوڑا وہی دین ہے اور ان کی مخالفت کرنا بے دینی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد تیئس سال مسلمانوں میں موجود رہے اور پھر تیس سال خلافتِ راشدہ کے گزرے اور پھر ایک سو دس ہجری تک حضرات صحابہ کرامؓ کا دور رہا۔ کم وبیش دو سو بیس برس تک اتباع تابعینؒ کا زمانہ تھا۔ عشق ان میں کامل تھا، محبت ان میں زیادہ تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور تعظیم ان سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے؟ اگر کوئی ثابت کر دے کہ ان حضرات کے دور میں جشن عید میلاد النبی منایا جاتا تھا تو بس...... یہ بحث یہیں ختم ہوئی...... لیکن اگر کوئی ثابت نہ کر سکے اور تاقیامت کر بھی نہیں پائے گا تو سوال یہ ہے کہ پھر یہ عمل بدعت ہوا کہ نہیں؟ بدعت اور بدعتی کے متعلق آپ بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔

آج جولوگ جشن عید میلاد النبی کے فواید و برکات اور ثواب بتاتے ہیں۔ وہ اتنے سمجھ دار ہو گئے ہیں کہ یہ فواید اور برکات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کو تو نظر نہیں آئے لیکن انھیں نظر آ گئے۔ میلاد کرنے والوں کو کیا دین کی اُن سے زیادہ سمجھ ہے؟ (معاذ اللہ)۔ یا یہ کہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت نہیں کرتے تھے جتنی یہ میلاد کرنے والے کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

اگر ایسا نہیں ہے تو میلاد کرنے کے جتنے فواید و برکات اور ثواب بتائے جاتے ہیں وہ سب بے کار کی باتیں ہیں اور بدعت لہو ولعب اور ایمان کے ساتھ ساتھ مال کا ضیاع ہے۔ جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اہلِ خیر القرون نے کہا اور کیا وہی دین ہے فقط۔

یہ یاد رہے کہ محفلِ میلاد یا مجلسِ میلاد اور چیز ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ ذکر ولادت با سعادت اور چیز ہے۔ پہلی بدعت اور دوسری مستحب اور ثواب کا باعث ہے۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں کوئی معمولی فرق نہیں، بلکہ زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنا ثواب اور جشن عید میلاد النبی منانا، اس میں ناچنا اور بدنظری کرنا بدعت ہے۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا پتا ہمیں احادیث سے چلتا ہے اور احادیث ہم تک صحابہؓ نے پہنچائی ہیں۔ یعنی سیرت کا بیان تو صحابہ کرامؓ کے دور سے ہی ہوتا چلا آرہا ہے، لیکن یہ میلاد کا سلسلہ کس نے شروع کیا؟

## مجلسِ میلاد کا پہلا بانی:

مجلسِ میلاد کے بانی کے طور پر جس کا نام لیا جاتا ہے اور مخالفین اور موافقین سب نے تسلیم کیا ہے، وہ عمر ابن ملا محمد موصلی ہے۔ جس نے تقریباً ۶۰۴ھ میں دنیا میں سب سے پہلے ملک عراق کے شہر موصل میں مجلسِ میلاد کو ایجاد کیا، جس کا ذکر شارح صحیح مسلم علامہ نوویؒ کے شیخ حافظ الحدیث امام ابو محمد عبد الرحمٰن ابن اسماعیل المعروف بہ ابی شامہؒ

نے کتاب ''الباعث علی از کار البدع والحوادث'' میں اور پھر غالباً ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد علامہ محمد ابن علی یوسف دمشقی شامیؒ نے کتاب ''سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' مشہور بہ ''سیرت شامی'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ سب سے پہلے مجلسِ میلاد عمر ابن محمد نے موصل میں کیا اور اس کی پیروی سلطان اربل نے کی۔ پھر تقریباً تمام ان کے بعد آنے والے لوگوں نے غالباً ان ہی سے اور ایسا ہی نقل کیا۔ چناں چہ مفتی سعد اللہ کا قول مولوی عبدالحق مہاجر مکی نے اپنے رسالہ ''الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم'' نقل کیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ مجلسِ میلاد کو ربیع الاول کے مہینے میں کرنے والا پہلا شخص عمر تھا۔ جس نے ملک عراق کے شہر موصل میں اسے ایجاد کیا۔ مولوی محمد اعظم نے ''فتح الودود'' میں یہی بات لکھی ہے کہ مجلسِ میلاد کا پہلا بانی عمر ابن ملا محمد موصلی ہے۔

غرض آغاز اسلام سے چھ سو برس بعد مجلسِ میلاد کو جس نے سب سے پہلے ایجاد کیا وہ عمر ابن محمد تھا اور جس مقام پر ایجاد کیا وہ ملک عراق کا شہر موصل تھا۔

## مجلسِ میلاد کے بانی کا حال:

عمر ابن محمد موصلی کا شمار نہ مجتہدین میں ہے نہ محدثین میں، نہ فقہا میں اور نہ ہی متکلمین میں، بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ اپنے علمی اور تحقیقی مقام کے لحاظ سے ایک مجہول الحال (نامعلوم، جس کا کچھ اتا پتا نہ ہو) آدمی ہے۔ اس کا کارنامہ جس کی وجہ سے اس کا ذکر بعض کتابوں میں مل جاتا ہے بس یہی میلاد ایجاد کرنا ہے اور اس کا اتنا ذکر اور چرچا بھی حقیقت میں سلطان اربل کے طفیل ہوا کہ اس نے مجلسِ میلاد کرنے میں اس کی اقتدا کی، ورنہ آج کوئی اس کا نام تک نہ جانتا۔

بہر حال بہت سے اکابر علمانے اس پر سخت تنقیدیں کی ہیں۔ چناں چہ علامہ تاج الدین فاکہانیؒ نے رسالہ ''المورد فی الکلام مع عمل المولد'' میں لکھا ہے:

''مولود کو نکالا ہے بطالوں (یعنی بہت ہی جھوٹے مکار اور نکمے لوگ)،

غلط کاروں نے اور خواہش نفس نے اور اس کا اہتمام کیا ہے شکم پروروں

(یعنی پیٹ پوجا کرنے والے، پیٹ بھرنے والوں) نے۔"

صاحب "توضیح المرام فی بیان المولد والقیام" نے بلاحوالہ نقل کیا ہے کہ

"مجلسِ میلاد کو بادشاہ اربل اور عمر ابن ملا محمد نے ایجاد کیا ہے اور یہ دونوں اہلِ شریعت کے نزدیک ثقہ اور معتبر نہیں ہیں، کیوں کہ یہ دونوں گانا باجا سنتے تھے بلکہ بادشاہ اربل تو ناچتا بھی تھا ❶۔" (حصہ ٦)

اور صاحب "قرۃ العیون" نے اول یہ لکھا:

"اور یہ بات بہ خوبی ظاہر وباہر ہے کہ یہ مجلسِ میلاد مذکور بعد قرونِ ثلثہ کے اہلِ بدعت نے ایجاد کی ہے۔" (ج ۱ ص ۴۸)

پھر آگے چل کر عمر اور سلطان اربل دونوں کے متعلق مع حوالہ صاف ظاہر کر دیا کہ

"اور ظاہر ہے کہ اس مجلسِ میلاد کا موجد عمر اور ملک مظفر ابو سعید ہیں اور ان کا بہت بڑا جھوٹا ہونا اور اعلانیہ گناہ کرنا عبداللہ ابن اسعد الیافعی الشافعیؒ (وفات ٧٦٨ھ) صاحب "مراۃ الجنان" کے قول سے واضح اور ثابت ہے۔" (قرۃ العیون: ج ۱ ص ۵۰)

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن محمد اہلِ علم کے نزدیک بہت غلط قسم کا آدمی تھا۔

## مجلسِ میلاد کا پہلا مروج:

اہلِ اسلام چھ سو برس تک جس مجلسِ میلاد سے قطعاً ناآشنا تھے۔ بہ ظاہر بعض کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایجاد کرنے والے (موجد) عمر ابن محمد اور سلطان اربل دونوں تھے۔ جیسے مولف قرۃ العیون کی عبارت ابھی اوپر گذری ہے اور بعض کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ پہلے سلطان اربل نے اسے ایجاد کیا تھا۔ چناں چہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "حسن المقصد فی عمل المولد" میں لکھا ہے کہ

---

❶ شاید اسی لیے نام نہاد "اہلِ سنت" میلاد میں رقص وسرور سے فرحت یاب ہوتے ہیں، تاکہ بانیان میلاد کو بھی ثواب کا تحفہ جائے۔

''سب سے پہلے مولود کیا ابن مظفر ابوسعید ابن زین الدین ابن علی نے، جو بڑے بادشاہوں میں سے تھا۔''

اور بعض کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اول موجد عمر ابن محمد تھا اور سلطان اربل نے مجلسِ میلاد منعقد کرنے میں اس کی پیروی کی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابوشامہ اور صاحب سیرۃ شامی کی عبارت میں آیا ہے کہ ''بادشاہ اربل نے مولود میں عمر ابن محمد کی پیروی کی تھی۔''

ہمارے نزدیک یہ آخری بات ہی صحیح ہے۔ اصل میں اسے ایجاد تو عمر ابن محمد نے کیا، لیکن اس کی اقتدا میں اس کو رواج اور شہرت بادشاہ اربل نے دی۔

معز الدین حسن خوارزمی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

''بادشاہوں میں سلطان اربل پہلا بادشاہ ہے جس نے مولود ایجاد کیا۔''

بریلوی مولوی عبدالسمیع لکھتے ہیں:

''اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولود شریف خصوصیت کے ساتھ ربیع الاول میں مقرر کردی۔ غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی۔'' (انوار ساطعہ: ص ۱۶۰)

## مروج میلاد کا حال:

بادشاہ اربل کے بارے میں ابن خلکان کی ''وفیات الاعیان'' اور ''کامل ابن اثیر'' وغیرہ تاریخی کتابوں میں اس کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کا نام کوکبوری یا کوکیری یا کوکری اور لقب ملکہ معظم مظفر الدین تھا۔ ابوسعید کنیت تھی۔ ملک عراق کے قلعۂ موصل میں رات کے وقت ۲۷ محرم ۵۴۹ھ/۱۳ راپریل ۱۱۵۴ء کو پیدا ہوا۔ ۱۰ ررمضان ۶۳۰ھ/ ۲۰ رجون ۱۲۳۳ء کو انتقال ہوا۔

پہلے قلعۂ اربل میں دفن کیا گیا پھر حسب وصیت ایک سال بعد ۶۳۱ھ/۱۲۳۴ء میں اس کا جنازہ مکہ شریف روانہ کیا گیا، وہاں اس نے عرفات کے نیچے اپنی زندگی میں ہی اپنے دفن ہونے کے لیے ایک قبہ بنوا رکھا تھا، مگر کسی وجہ سے جنازہ مکۂ معظمہ تک نہ پہنچ سکا

اور لوگوں نے واپسی میں مشہد کے قریب کوفہ میں سپرد خاک کر دیا۔

مورخین نے بادشاہ اربل کی زندگی کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے وہ حالات بھی بیان کر دیتے ہیں جن سے اس کا غیر ثقہ (غیر معتبر) ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ چناں چہ بعض حوالے ملاحظہ ہوں:

## میلاد کو رواج دینے والا غیر مقلد تھا:

① علامہ احمد ابن محمد مالکی مصریؒ اپنی کتاب ''قول معتمد'' میں نقل کرتے ہیں کہ معز الدین حسن خوارزمی نے اپنے تاریخ میں لکھا ہے کہ

> ''سلطان اربل فضول خرچ بادشاہ تھا، اپنے وقت کے علما کو حکم دیتا تھا کہ خود اپنے قیاس واجتہاد پر عمل کریں اور دوسرے کی تقلید یا مذہب پر نہ چلیں۔ حتیٰ کہ علما کی ایک جماعت اور فضلا (مولوی) کا ایک گروہ ترکِ تقلید کی طرف مائل ہو گیا ❶۔''

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک یہ کہ سلطان اربل فضول خرچ تھا اور دوسرا یہ کہ وہ تقلید آئمہ کا مخالف تھا، جب ہی دوسروں کو ترکِ تقلید کا حکم دیتا تھا۔ یعنی اگر کوئی شخص فقہ کے کسی مسئلے میں کسی امام کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتا ہے جیسے حنفی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے ہیں تو وہ بادشاہ کہتا تھا کہ انھیں چھوڑو، خود جو سمجھ آئے وہ کرو۔ ان کی پیروی، ان کی تقلید نہ کرو۔

② سبط ابن جوزی (وفات ۶۵۴ھ) نے تاریخ ''مراۃ الزماں'' میں لکھا ہے کہ سلطان اربل ''ظہر سے عصر تک (نام نہاد) صوفیوں کے لیے مجلسِ سماع کرتا تھا اور ان کے ساتھ خود بھی ناچتا تھا ❷۔''

ابن خلکان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع مع المزامیر (یعنی قوالی وہ بھی باجوں اور طبلوں کے ساتھ) ہوتا تھا، جو کہ حرام ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

---

❶ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلوی اس زمانے کے غیر مقلدین کی تقلید کرتے ہیں۔

❷ اسی لیے بریلوی نام نہاد صوفی اپنے مریدوں اور مریدنیوں سے برہنہ رقص کراتے ہیں۔

③ ابن خلکان اربلی شافعی (وفات ۶۸۱ ھ) نے ''وفیات الاعیان'' میں اپنے ہم وطن و ہم عصر سلطان اربل اور اس کی مجلسِ میلاد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ طبقہ جو مجلسِ میلاد کا حامی تھا، ہر طبقے میں ایک ایک جماعت گانے، خیال اور ملاہی والوں کی بیٹھتی تھی۔ (یعنی قوال اور اس کے ہم نوا جو ساز بجاتے، تالیاں پیٹتے اور آوازیں نکالتے)۔

> ''مجلسِ میلاد کے دو دن رہ جاتے تو سلطان طبلوں، گویوں، ملاہی وغیرہ راگ باجے کی قسم کے بے شمار سامان نکلواتا۔ شبِ میلاد میں قلعے میں بعد مغرب سے گانا کراتا اور اس کو گانے کے سوا دوسری چیز میں مزہ نہیں ملتا تھا۔''

غرض سلطان اربل فضول خرچ تھا، طبلوں اور باجوں کے ساتھ گانے سنتا تھا، تقلید آئمہ کا مخالف اور غیر مقلد تھا، غلط کار اور غیر ثقہ تھا۔

## مولود یا نعت کی کتاب کا پہلا مصنف:

جس مصنف نے مولود کی سب سے پہلی کتاب لکھی تھی اس کا نام ابو الخطاب عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی بلسنی ہے۔ وہ ۵۴۴ ھ/ ۱۱۴۹ء میں پیدا ہوا۔ بڑے ہو کر طلب علم کے لیے اکثر شہروں کا سفر کیا۔ بہ قول ابن خلکان کے وہ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے۔ قاہرہ میں ۶۲۱ ھ میں جو دار الحدیث بنا تھا اس میں ابن دحیہ کسی وقت شیخ بھی تھے۔ کتاب ''مستوفی'' کہتے ہیں کہ ان ہی کی تصنیف ہے جس میں اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ انھوں نے مولود کی جو کتاب لکھی تھی حسب تحریر ابن خلکان اس کا نام ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' ہے۔ بعض نے ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' بھی لکھا ہے۔ ابن دحیہ نے یہ کتاب اس وقت لکھی تھی جب کہ ۶۰۴ ھ میں وہ خراسان جاتے ہوئے یہ سن کر اربل آئے کہ سلطان کو مجلسِ میلاد سے عشق ہے۔ سلطان تک رسائی پیدا کی اور وہ کتاب لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور خود پڑھ کر سنائی۔ سلطان اربل نے خوش ہو کر ایک ہزار دینار یا اشرفی اُسے انعام میں دی۔ اس واقعے کو اکثر مورخین

نے لکھا ہے اور ان سے مجوزین مجلسِ میلاد نے نقل بھی کیا ہے۔ چناں چہ علامہ سیوطیؒ ''حسن المقصد'' میں لکھتے ہیں کہ

''شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے میلادِ رسول میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام التنویر فی مولد البشیر والنذیر رکھا۔ بادشاہ نے اس کے صلے میں اسے ایک ہزار دینار دیے۔ ابن دحیہ عرصے تک اربل میں رہے اور ۶۳۰ھ میں اس حال میں انتقال کیا کہ وہ اہلِ فرنگ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، شہر عکاسہ میں۔''

مشہور بریلوی عالم مولوی عبدالسمیع نے اپنی کتاب ''انوارِ ساطعہ'' اور مولوی محمد اعظم نے اپنی کتاب ''فتح الودود'' میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مولود کی پہلی کتاب ابن دحیہ نے لکھی، جس کا نام ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' تھا، جو اس نے ۶۰۴ھ میں لکھی اور سلطان اربل کی خدمت میں پیش کر کے ایک ہزار اشرفی حاصل کی۔

## مصنف کا حال:

ابن دحیہ کا مختصر حال اوپر لکھا جا چکا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عالم تھے، ادیب تھے، مورخ تھے، مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ مانعین انھیں غیر ثقہ کہتے ہیں۔ چناں چہ مولوی عبدالسمیع بریلوی اس کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''منکرین لوگ اس عالم محدث کو بھی بابت مولود شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور ان کی برائی لکھتے ہیں۔ حالاں کہ کتب معتبرہ میں ان کی تعریف مندرج ہے۔'' (انوارِ ساطعہ: ص ۱۶۲)

حالاں کہ ابن دحیہ کی برائی کرنے والے اس لیے ان کی مذمت نہیں کرتے کہ وہ مولود لکھتے، پڑھتے تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مورخین اور اصحابِ رجال نے ان کی مذمت کی ہے۔

چناں چہ ان میں سے بعض کے اقوال ملاحظہ ہوں:

① علامہ شمس الدین ذہبیؒ (وفات ۷۴۸ھ) ''میزان الاعتدال'' میں لکھتے ہیں کہ

''عمر ابن حسن ابن دحیہ اندلسی محدث، نقل میں متہم ہے۔''

یعنی اس پر نقل کا الزام ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ

''میں کہتا ہوں کہ ابن دحیہ کی کتابوں میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو اس پر عیب لگاتی ہیں، تصحیح وتصنیف کے قبیل سے۔''

یعنی اس کی کتابوں میں ایسی باتیں موجود تھیں جو اس پر عیب لگاتی تھیں اور وہ باتیں بہت زیادہ تھیں۔ جسے ٹھیک کر لینا چاہیے تھا۔

(۲) علامہ ذہبیؒ نے حافظ ابو بکر ابن عبد الغنیؒ مشہور بہ ابن النقطہ حنفی بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''ابن دحیہ معرفت اور بزرگی کے ساتھ مشہور تھا، مگر بعض ایسی چیزوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا جن کی کچھ اصل وحقیقت نہیں ہے۔''

(۳) حافظ ضیاء مقدسیؒ نے فرمایا:

''مجھے اس کا حال اچھا لگتا ہے، لیکن وہ آئمہ کو بہت برا کہتا تھا۔ یہ بات اس کی مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی۔''

(۴) حافظ ضیاء کو علامہ ابراہیم سنہوریؒ نے خبر دی کہ

''بے شک مشائخ مغرب نے ابن دحیہ کی جرح تصنیف لکھی ہے۔''

یعنی مغرب کے مشائخ (بزرگوں) نے کوئی کتاب لکھی تھی جس میں اس کی غلطیوں کے بارے میں سوالات کیے گئے تھے۔ اس کے بعد حافظ ضیاءؒ پھر خود اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں:

''پھر میں نے ابن دحیہ سے بہت سی وہ چیزیں دیکھیں جو اس کی جرح و تصنیف پر واقعی دلالت کرتی تھیں۔''

یعنی حافظ ضیاءؒ نے خود بھی ابن دحیہ میں غلط باتیں دیکھیں۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (وفات ۸۵۲ھ) حافظ ابو الحسن ابن المفضلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ

''ابن دحیہ ظاہری المذہب (غیر مقلد) تھا۔ ائمہ اور علمائے سلف کو بہت

برا کہتا تھا۔ اس کی زبان خبیث تھی، وہ احمق، سخت مغرور اور امور دین میں کوتاہ نظر اور تہاون تھا۔ (یعنی دینی امور کو معمولی باتیں سمجھتا تھا)۔''

⑥ علامہ ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب ''رجال'' میں لکھا ہے:

''ابن دحیہ اچھا شاعر تھا مگر روایت میں متہم تھا، کیوں کہ وہ بہت روایت کیا کرتا تھا۔ (یعنی جھوٹے قصے بہت سناتا تھا)۔''

⑦ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے:

''میں نے لوگوں کو ابن دحیہ کے کاذب وضعیف (جھوٹی اور بے بنیاد باتیں کرنے والا) ہونے پر متفق پایا اور اس پر کہ وہ ان حدیثوں کے سننے کا دعویٰ کرتا تھا جن کو اس نے نہیں سنا تھا اور ان لوگوں سے ملاقات بیان کرتا تھا جن سے نہیں ملا تھا اور اس کی نشانیاں اس پر ظاہر تھیں۔''

⑧ پھر ابن نجار اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

''مجھ سے بعض علمائے مصر نے اور ان سے حافظ ابوالحسن ابن الفضلؒ نے جو آئمہ دین سے تھے، بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دربار عام میں بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اس نے ایک حدیث سنانے کی فرمائش کی، میں نے سنادی، پھر پوچھا یہ حدیث کس نے روایت کی ہے؟ مجھے اس وقت سند یاد نہ تھی، اس لیے لاعلمی ظاہر کی۔ جب وہاں سے واپس چلا تو راستے میں ابن دحیہ ملا اور کہنے لگا کہ تم نے اپنی طرف سے حدیث کی کوئی سند بتا کر کیوں نہ بیان کردی؟ بادشاہ اور حاضرینِ مجلس کیا جانیں کہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ بادشاہ تم کو بڑا عالم سمجھتا اور اس سے تمھیں نفع حاصل ہوتا۔ یہ سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ ابن دحیہ بڑا جھوٹا اور دین کے کاموں کو نہایت ہلکا جاننے والا ہے۔''

⑨ علامہ جلال الدین سیوطیؒ ''تدریب الراوی شرح تقریب النوادی'' میں فرماتے ہیں کہ

''ایک قسم کے وضاعین (کمینے) وہ ہیں کہ اپنی عقل سے فتوے دیتے

ہیں، جب دلیل مانگی جاتی ہے تو اپنی طرف سے حدیث بناتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابن دحیہ بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اور شاید اسی نے مغرب کی نماز قصر پڑھنے کی حدیث بنائی تھی۔''

دیکھیے! ابن دحیہ پر یہ سخت تنقید کرنے والے علامہ ذہبیؒ، حافظ ابن نقطہؒ، حافظ ضیاءؒ، ابراہیم مشہودیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ صاحب فتح الباری، حافظ ابو الحسنؒ، ابن عساکرؒ، ابن نجارؒ اور علامہ سیوطیؒ ہیں۔ جو نئے نہیں بلکہ پرانے اور جھوٹے نہیں بلکہ بڑے علما ہیں اور بعض ان میں سے ائمہ فن ہیں۔ پھر ان میں حنفی بھی ہیں، جیسے ابن نقطہؒ اور محفلِ میلاد کے حامی علامہ سیوطیؒ بھی ہیں۔ ان میں سے ایک نے بھی ابن دحیہ کی اس لیے برائی نہیں کی کہ وہ مولود پڑھتے لکھتے تھے بلکہ اس لیے کہ ابن دحیہ میں واقعی یہ برائیاں تھیں۔

بس سچی بات یہ ہے کہ ابن دحیہ ظاہر المذہب (غیر مقلد) تھا۔ متہم فی النقل تھا، ائمہ وعلما سلف کو برا کہتا تھا۔ امورِ دین کو ہلکا جانتا تھا، جھوٹی حدیثیں بناتا تھا۔ اپنی عقل سے فتوے دیتا تھا، بے اصل باتیں کہتا تھا۔ خبیث اللسان تھا، بدزبان تھا، احمق تھا، مغرور تھا، کم نظر تھا، جھوٹا تھا، وہ قابل مذمت تھا، لہٰذا غیر ثقہ تھا۔

## میلاد کا موجد، مروج، مصنف تینوں غیر مقلد تھے:

اوپر ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مجلسِ میلاد کو دنیا میں سب سے پہلے ایجاد کرنے والا (موجد) عمر ابن محمد موصلی اور اس کو رواج اور شہرت دینے والا (مروج) ملک معظم مظفر الدین ابوسعید کوکبوری اربلی اور مولود کی پہلی کتاب لکھنے والا (مصنف) عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی تھے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان اربل غیر مقلد تھا، کیوں کہ بقول معز الدین حسن خوارزمیؒ وہ علمائے وقت کو حکم دیتا تھا کہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کریں۔ دوسرے کے مذہب پر نہ چلیں اور علما وفضلائے وقت کی ایک جماعت ایسا کرنے بھی لگی تھی۔ جن کی بابت بریلوی مولوی عبدالسمیع کو بھی اقرار ہے کہ

''بعض ان میں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے۔''

(انوار ساطعہ: ص ۱۸۴)

ابن دحیہ کے بھی غیر مقلد ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ کیوں کہ بہ قول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ: وہ ظاہری المذہب تھا، ائمہ کو برا کہتا تھا اور بہ قول علامہ جلال الدین سیوطیؒ وہ اپنی ہی عقل ورائے سے فتویٰ دیتا تھا اور پھر اس کو سچا ثابت کرنے کے لیے فرضی سند و حدیث تک بنالیتا تھا۔

رہ گئے عمر ابن محمد تو ان کی فطرت اور طبیعت کا پتا ان کے ایجادِ میلاد سے ہی چلتا ہے۔ پھر عمل میلاد میں وہ سلطان اربل کے راہ نما تھا، اس پر طرہ یہ کہ ترکِ تقلید کا سلطانی حکم تھا اور وہ حکم چل بھی گیا تھا، اس لیے عمر ابن دحیہ کی طرح عمر ابن محمد کا بھی غیر مقلد ہونا یقینی بات تھی۔

الغرض! مجلسِ مولود کے پہلے موجد عمر ابن محمد موصلی اور پہلے مروج ملک معظم مظفر الدین ابوسعید کوکبوری اربلی اور مولود کی پہلی کتاب کے اول مصنف ابوالخطاب عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی تینوں غیر مقلد تھے۔

## غیر مقلدین کے بارے میں اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کا فتویٰ:

اب اگر مجلسِ میلاد کے حامی غیر مقلدوں کا حال اور ان کے احکام معلوم کرنا چاہیں تو اپنے مجدد و مقتدا حامی بدعت و ماحی سنت احمد رضا خاں بریلوی کا رسالہ ''ازالۃ العار'' ملاحظہ فرمائیں جس میں کم سے کم درجہ کے غیر مقلد کو (یعنی اس کو جو بلا حصول منصب — اجتہاد صرف کسی شخص کی پیروی نہ کرنے کی وجہ سے کرتا ہو اور اس کے سوا کوئی اور اعتقادی اور عملی خرابی اس میں نہ ہو، ایسے ہلکے درجے کے غیر مقلد کو) قرآن اور آئمہ سلف وخلف کا مخالف، خارق اجماع (امت کے اتحاد کو توڑنے والا) اور متبع غیر سبیل المومنین (مومنوں کو صحیح راستے سے ہٹ کر چلنے والا) گم راہ اور بد دین لکھا ہے۔

(ص: ۲۰، ۲۱)

نیز ان ہی فاضل بریلوی کا ایک رسالہ ہے ''النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید''، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ کسی غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اس میں غیر مقلد کے احکام اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

بہر حال امام بدعت احمد رضا خاں کے اس فتوے کی رو سے مجلسِ میلاد کے موجد، مروج اور پہلے مصنف تینوں کے تینوں مخالفِ قرآن ومخالفِ اجماع مومنین، گم راہ اور بددین تھے۔ان کے پیچھے نماز بھی درست نہیں۔

لہٰذا شرعی مسائل میں نہ ان کی پیروی کی جائے گی اور نہ ہی ان کی ایجاد کردہ چیز کو دین کا حصہ بنا کر اُسے فروغ دیا جائے گا، نہ ہی اس پر عمل کیا جائے گا۔

## ایجاد میلاد کی وجہ:

شریعت کے احکام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے متعلق کوئی پوچھے کہ اس کا حکم کیوں ہوا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس پر عمل کرنے کے لیے وجہ جاننا ضروری نہیں۔بس اللہ کا حکم ہے اور اللہ کا حکم واجب العمل ہے۔وجہ معلوم ہو نہ ہو عمل کرنا ضروری ہے، لیکن جب کسی عمل کو بندہ ایجاد کرتا ہے تو اس کی وجہ جاننا ضروری ہے۔مجلسِ میلاد عمر ابن محمد موصلی نے کیوں ایجاد کی؟ اس کی وجہ تاریخ کی کتابوں میں تو نہیں ملتی البتہ بریلوی مولوی عبدالسمیع نے اپنے رسالے میں اس کی یہ وجہ لکھی ہے کہ

> ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا۔ابن حاجؒ نے اس کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض ہو جائے گا، لیکن اشارہ اس کی فضیلت کا کر دیا کہ ''میں پیر کے دن اس لیے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں پیدا ہوا ہوں۔'' یعنی امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتے کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا، بہ باعث وقوع ولادت کے، پس برس کے اندر بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلا شک محل شکریہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہوا۔اس بنا اور اصل پر اہلِ اسلام نے اس مہینے میں مجلسِ شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی۔'' (انوار ساطعہ: ص۱۹۰، ۱۹۱)

## ایک سوال:

قربان جایئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ان کی شفقت کا یہ حال ہے کہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں کیا اور ڈرتے ہیں کہ اگر میں کچھ کروں تو کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن یہاں اہلِ مولود کا یہ حال ہے کہ نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا خیال، نہ ڈرنے کا لحاظ اور بہ طور خود ربیع الاول میں عمل مقرر کرتے ہیں اور مجلسِ میلاد فرض قرار دیتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں۔ انھیں بد دین سمجھتے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں یہ عمل کرنے والے کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کر رہا ہے؟

ان اللہ کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب تھا تو کھل کر بتا دیتے، کس نے انھیں روکا تھا؟ اور اس کا کیا مطلب ہے پیر کے دن روزہ رکھنے کے اشارے کو آج مجلسِ میلاد کرنے والوں نے سمجھا اور صحابہ کرامؓ جو اس حدیث کے مخاطب اول تھے اور ان کے شاگرد تابعینؒ اور آئمہ نے نہیں سمجھا، دین اور حدیث کی کیا انھیں صحابہؓ سے بھی زیادہ سمجھ ہے؟ (معاذ اللہ)

اصل حدیث جو صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ (پیر) کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن میں پیدا کیا گیا اور اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔''

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس روایت میں دوشنبہ (پیر) کے دن کے روزے کی علت بیان کی گئی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ علت صرف ولادت شریف ہی نہیں بلکہ نزولِ وحی کی بھی ہے۔ تو اب چاہیے کہ ہر پیر کو ورنہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ کوئی مجلس نزولِ وحی کی تقریب بھی ایجاد کی جائے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ ان حامیانِ میلاد کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت طیبہ کے شکریے میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے اور اس کام کے لیے آپ نے کوئی اور ماہانہ یا سالانہ

عمل مقرر نہیں فرمایا تھا، بلکہ بس یہی ہر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر ان جدت طرازوں اور بدعت پسندوں نے اسی شکریے کی ادائیگی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت چھوڑ کے ایک نیا طریقہ محفلِ میلاد ایجاد کیا۔ کیوں؟؟؟ اس لیے کہ روزے میں نفس کو زحمت ہوتی ہے اور یہاں محفل آرائی میں نفس کی تفریح کا سامان ہوتا ہے۔

انصاف سے بتایئے سنت کو چھوڑ کے بدعت کو اپنانا اسی کو کہتے یا نہیں.....؟!

## ایک معمہ:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ محفلِ میلاد کا موجد، مروج اور مصنف تینوں غیر مقلد تھے اور اعلے حضرت احمد رضا بریلوی کے فتویٰ کے مطابق غیر مقلد بددین ہوتے ہیں، لیکن ان بددین کی ایجاد کردہ بدعت محفلِ میلاد پر عمل کرنے والے ''عاشقان رسول'' کہلاتے ہیں اور جو احمد رضا بریلوی کے فتوی کی رو سے ''بددین'' ہیں ان کی ایجاد کردہ بدعت پر عمل نہ کرنے والے ''دشمنانِ رسول'' تصور کیے جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس اُصول کو پڑھیے اور سر دھنیے۔

## مجلسِ میلاد منانے کی دلیل اور ان کے جوابات:

مجلسِ میلاد منعقد کرنے والے، میلاد منانے کے لیے جو دلایل پیش کرتے ہیں ہم اُن کا بھی ذکر کرتے چلیں۔ مجلسِ میلاد کے حامی کہتے ہیں:

قرآن میں آتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا.

(سورہ یونس:۵۸)

''یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوشیاں مناؤ۔''

اس آیت سے میلاد النبی ثابت ہے۔ کیوں کہ اللہ نے فضل ورحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون سی رحمت اور فضل ہے۔ اس لیے میلاد النبی پر خوشیاں مناؤ۔

دوسری آیت:

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ. (سورۂ ضحیٰ:۱۱)

''جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔''

اللہ کا حکم ہے نعمتوں کا چرچا کرو تو ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بہت بڑی نعمت ہیں ان کا چرچا میلاد النبی میں کرتے ہیں۔

تیسری آیت:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ. (سورۂ توبہ:۱۲۸)

''آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا۔ بھاری اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے۔حریص ہے تمہاری بھلائی پر۔''

اس آیت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں، پس منبر پر قیام فرما کر پوچھا: بتاؤ! میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں۔فرمایا: میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کیے، عرب وعجم۔ ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کیے، ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے، ہم کو ان میں سے سب سے بہتر خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے کیا۔

دوسری حدیث:

ہم خاتم النبیین ہیں اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیدار ہیں، جو انھوں نے ہماری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے شام کی عمارتیں ان کو نظر آئیں۔ (مشکوٰۃ:ص ۵۱۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہؓ کے سامنے منبر پر کھڑے ہوکر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے، جن سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ہے اور آیات قرآنی واحادیث سے واضح دلایل ہیں کہ عید میلاد النبی منانا جائز ہے۔

اسی بنا پر صحابہؓ نے اور بزرگان دین نے عید میلاد النبی منائی اور آج تک یہ عمل جاری ہے۔

کتنی بدبختی کی بات ہے کیا قرآن اس لیے نازل ہوا اور کیا قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ عید میلاد النبی مناؤ اور بتیاں جلاؤ اور بے جا اسراف کرو؟ یہ کیسی جاہلیت ہے؟

یہ اپنی بداعمالیوں کو ثابت کرنے کے لیے بدعتی کہاں تک پہنچ گئے۔ ان میں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں اور انھوں نے ثابت کردیا کہ قرآن عید میلاد النبی کی تعلیم دیتا ہے۔

ہائے افسوس! کیسی حماقت ہے۔ اب ہم اُن سے پوچھتے ہیں یہ تفسیر جو تم لوگ کرتے ہو کسی امام، کسی مفسر نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ اگر کسی امام اور مفسر نے ایسی تفسیر بیان کی ہو تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ہم نے اکثر تفاسیر دیکھی ہیں کسی ایک نے بھی ان آیتوں سے عید میلاد النبی کو ثابت نہیں کیا اور نہ فضل ورحمت ونعمت سے مراد ولادت کا معنی لیا ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشیاں منانے کا معنی کیا ہے بلکہ فضل ورحمت ونعمت سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات مراد لی ہو ایسا بھی ذکر نہیں کیا۔

بدعتیوں نے جو آیتوں کی تفسیر بیان کی ہے وہ اپنے عقل اور تفسیر بالرائے سے کی ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ جو اپنی عقل سے قرآن کی تفسیر بیان کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حدیث یہ ہے:

**من قال فی القرآن برایه مقعده من النار (قال الامام الترمذیؒ) هذا حدیث حسن.** (ترمذی: ج۲، ص۱۱۹)

''جو قرآن کے معانی میں اپنی رائے ظاہر کرے اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔''

ان بدعتیوں کو اس حدیث پر نظر رکھنی چاہیے۔ اب ہم امت کے علما کی تفاسیر کو بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فضل ورحمت سے کیا مراد لیا ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان فضل اللّٰہ ''الاسلام'' ورحمۃ ''القراٰن''.

(زادالمسیر: ج۱، ص۳۱)

''فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔''

اگر خوشیاں منانی ہیں تو اسلام جو ہمارا دین اور قرآن جو ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے اس پر خوشیاں مناؤ۔

امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

واخرج ابن جریر والبیھقی عن ھلال بن یسار قل بفضل اللّٰہ و برحمۃ قال فضل اللّٰہ ''الاسلام'' و رحمۃ ''القراٰن''. (درمنثور: ج۴، ص۳۶۸)

''فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔''

امام جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

بفضل اللّٰہ وھو الاسلام و برحمۃ وذلك القرآن.

(تفسیر طبریؒ: ج۷، ص۱۶۱)

فضل سے مراد ''اسلام'' اور رحمت سے مراد ''قرآن'' ہے۔''

علامہ زحیلیؒ لکھتے ہی:

بفضل اللّٰہ ھو الاسلام وبرحمۃ ھی انزل القرآن.

(التفسیر المنیر: ج۱۱، ص۱۹۹)

''فضل سے مراد ''اسلام'' اور رحمت سے مراد ''قرآن'' کا نازل ہونا ہے۔''

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

قال فضله الاسلام ورحمة القرآن.

(فتح القدیر: ج ۲،ص ۴۵۶)

علامہ قاضی اندلسیؒ لکھتے ہیں:

قال بعض المتاولين وهو هلال بن يسار و قتادة والحسن وابن عباس: الفضل الاسلام، الرحمة القرآن. (البحر راالوجیز: ج ۳،ص ۱۲۶)

تفسیر جلالین میں ہے:

قل بفضل الله الاسلام وبرحمة القرآن.

(جلالین: ص ۱۷۵)

نعیم الدین مرادآبادی بریلوی اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں:

''کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کے فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس نے انھیں مواعظ اور شفائے صدور اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت وسکون عطا فرمائے۔ حضرت ابن عباس وحسن وقتادہؒ نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اسلام ورحمت سے قرآن مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فضل سے قرآن اور رحمت سے احادیث مروی ہیں۔''

(کنز الایمان مع تفسیر مرادآبادی: ص ۳۸۷)

ان کی تفسیر سے بھی عید میلاد النبی ثابت نہیں ہوتی اور صاف واضح طور پر تصریح کی ہے کہ فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے نہ کہ ولادت نبی کہ اس پر خوشیاں مناؤ۔

تمام مفسرین نے فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد لیا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

امام المفسرون وقالوا فضل الله الاسلام ورحمة القرآن. (تفسیر رازیؒ: ج۹،ص۱۲۴)

علامہ واحدیؒ لکھتے ہیں:

فضل الله الاسلام والرحمة القرآن وهذا قول عامة المفسرين. (الوسیط: ج۲،ص۵۵۱)

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے ضمن میں کیا خوب تفسیر کی ہے۔ اس کو بھی پڑھیے:

ای بهذا جاء هم من الله الهدى ودين الحق فليفرحوا فانه اولى مايفرحون به. (تفسیر ابن کثیر: ج۲،ص۳۸۲)

''یہ لوگ جس چیز پر خوشیاں مناتے ہیں اس سے بہتر خوشی کا مقام یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف سے قرآن ہدایت و دین حق آیا ہے اس پر خوشیاں مناتے۔''

امام ابن کثیرؒ کا قول سن لیا؟ کیا خوب کہا ہے ۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اگر ہم لوگ سچے دین کو چھوڑیں گے اور لوگوں کے بنائے ہوئے دین پر چلیں گے تو گمراہی، جہالت، ذلت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

محفلِ میلاد کے حامیوں نے قرآن کی ایک آیت لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ الخ پیش کی ہے، اس سے بھی عید میلاد النبی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، لیکن جب ہم نے تفاسیر کی طرف رجوع کیا اور اس آیت کی تفسیر کو کھنگالا تو اس کے برعکس معلوم ہوا۔

اب ہم آپ کے سامنے چند تفاسیر کا ذکر کرتے ہیں جن میں مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر کس انداز سے کی ہے۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ. (تعرفون نسبه و حسبه قال السدى من العرب من بنى اسرائيل) عَزِيْزٌ

عَلَیْہِ (شدید علیہ) ماعنتم (قال القتیبی و ضرکم وقال ابن عباس ماضللتم وقال الضحاك والكلبي ماأتممتم) حریص علیکم (ای علی ایمانکم و صلاحکم وقال قتادہ حریص علیکم ای علی ضالکم ان یھدیه الله. (بغوی: ج ۲، ص ۳۴۱)

اس آیت وتشریح میں کہیں عید میلاد النبی منانے کا ذکر نہیں، حتیٰ کہ ولادت کا بھی ذکر نہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت فرمار ہے ہیں کہ ایک رسول تمہارے پاس آیا ہے اس کی بات مانو اور جو ہدایت لے کر آیا ہے اس ہدایت پر آ جاؤ۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو تمہارے لیے ہی بدبختی ہوگی۔ اور رسول تمہارے قوم کا ہے اور تم ان کا حسب ونسب جانتے ہو کہ وہ عربی ہے۔

اگر رسول تم میں سے نہ ہوتا تو تم لوگ اعتراض کرتے اس کے نسب وحسب پر، اس کی زندگی پر اور ان کی زبان پر کہ ہم اس کو نہیں جانتے اور اس کی زبان ونسب وحسب کو نہیں جانتے تو ہم اس کی بات پر کیسے یقین کریں؟ اس نے ہمارے ساتھ زندگی نہیں گزاری، اس کے اخلاق ومعاملات کیسے ہیں؟ ہم کیسے ان کی بات کو مانیں؟

اسی اعتراض کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرمارہا ہے کہ یہ رسول تمہارے پاس آیا ہے، وہ کوئی اجنبی نہیں، کوئی حسب ونسب پر اعتراض نہیں، اس کی زندگی تمہارے سامنے ہے اور جو آپ کو دین کے متعلق کہہ رہا ہے اس کی بات مانو اور ہدایت پر آ جاؤ۔

کیوں کہ رسول حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ہے رسول چاہتا ہے کہ تم ہدایت پر آ جاؤ اور جو تم لوگ گم راہی میں مبتلا ہو، اللہ تم کو ہدایت سے نوازے۔ یہ ہی اس آیت کا مفہوم ہے اور علما نے اسی انداز سے تفسیر کی ہے۔ یہ مفہوم نہیں لیا کہ تم محفل سجاؤ، نعت خوانی کرو، میلاد مناؤ اور بے جا اسراف کرو اور بجلی چوری کرو نبی کے نام پر۔

تفسیر جلالین میں آیت کی تفسیر اس طرح موجود ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (ای منکم محمد

صلی اللہ علیہ وسلم) عَزِیْزٌ (شدید) عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ (ای عنتکم ای مشقتکم ولقاء کم المکروہ) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ان تہتدوا). (ص۱۶۹)

اس آیت کی تفسیر میں بھی کہیں عید میلاد النبی کا ذکر ہے نہ ولادت کا۔

علامہ زحیلیؒ اس طرح تفسیر کرتے ہیں:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (منکم جنسکم وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ان تھتدوا) (الی) حریص علی ھدایتکم وایصال الخیرات الیکم فی الدنیا والآخرۃ.

(التفسیر المنیر: ج۱۱،ص۸۸)

اس تشریح میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں سے یعنی انھیں کی جنس میں سے ہیں اور رسول چاہتا ہے کہ تم ہدایت پر آجاؤ، جس کی وجہ سے تم کو دنیا وآخرت میں بھلائی ملے گی، یہ بتایا جارہا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

مِنْ اَنْفُسِکُمْ (ای منکم وبلغتکم) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ای علی ھدایتکم). (تفسیر ابن کثیرؒ: ج۲،ص۳۶۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے ہیں اور جو تمہاری زبان ہے وہ ہی رسول کی زبان ہے اور رسول یہ ہی چاہتا ہے کہ تم لوگ ہدایت پر آجاؤ۔

علامہ صاویؒ نے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ کی تفسیر اس طرح کی ہے:

ای یحافظ علی ھداکم لتکون لکم السعادۃ الکاملۃ.

(حاشیۃ الصاوی علی جلالین: ج۲،ص۱۷۶)

''رسول تو تمہاری ہدایت کا نگہبان ہے، تاکہ تم کو پوری سعادت حاصل ہو۔''

ان تمام تفاسیر میں کہیں عید میلاد النبی کا ذکر نہیں اور نہ کہیں چراغاں کرنا نعت خوانی کرنے کا ذکر ہے۔

اور جن آیت سے ایسی چیزیں ثابت کریں تو کتنی بدنصیبی کی بات ہوگی۔

اب آئیے احادیث کی طرف جس سے بدعتیوں نے حضرت عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اسی طرح منبر پر تشریف لا کر اپنا حسب نسب کو بیان کرتے تھے اور ہر سال کیا اپنی ولادت کے دن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ خوشی کا اظہار کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ ہر سال محفل سجاتے تھے اور چراغاں بھی کرتے تھے؟ اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟

یہ واضح حدیث میں ہے کہ جب کفار و مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب پر لعن طعن کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس طعن کو سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پورا قصہ سنایا تو تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما کر اس طعن کا جواب دیا اور صفائی پیش کی۔

یہ کوئی میلاد یا محفلِ نعت نہ تھی بلکہ اس طعن کا جواب دینا تھا۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے اس کو آپ کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ واضح ہو جائے حقیقی پس منظر کیا ہے:

وعن العباس انه جاء (اى غضبان) الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فكانه سمع شيئا (اى من الطعن فى نسبه او حسبه) فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على المنبر.....الخ (مرقات: ج ۱۱، ص ۵۷)

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غصے کی حالت میں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب یا نسب میں کچھ طعن سنا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے (اس طعن کا جواب دیا)۔''

اگر حضرت عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ کرتے تو کیسے منبر پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے؟ جب اطلاع کی تب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب ونسب کو بتایا ورنہ کیسے بتاتے؟

میلاد کرنے والوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ و بزرگان دینؒ نے میلاد کو منایا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے جب یہ تسلسل سے چلا آرہا ہے تو تاریخ ولادت میں اختلاف کیوں ہورہا ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا، بلکہ ایک ہی تاریخ ولادت ہونی چاہیے تھی۔ تاریخ ولادت کے اختلافات اس بات پر دلیل ہیں کہ میلاد النبی ابتدائی دور سے نہیں چلی آرہی بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہے اور یہ کہ بعد میں ایک بادشاہ نے اس کو رائج کیا ہے۔

## ایک مجلسِ میلاد کا قصہ:

مولوی عبدالخالق خاں رائے بریلوی نے رسالہ ''فتح الموحد'' حصہ اول میں خود اپنا مشاہدہ لکھا ہے کہ

''ملک بنگال کے ضلع دیناج پور میں ایک مقام پر میں نے سنا کہ یہاں بارھویں ربیع الاول کی شب کو ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مولود ہوتا ہے اور یہ یہ سامان کیا جاتا ہے۔ نئے طرز کا مولود سن کر میں بھی چلا گیا کہ دیکھوں یہ باتیں کہاں تک سچ ہیں۔ غرض جا کر دیکھا کہ صدہا قندیلیں روشن ہیں اور بہت بڑا مجمع ہے۔ وسط محفل میں ایک مسہری کھڑی ہے جس پر نہایت پر تکلف پردہ پڑا ہے اور صدہا ہار پھولوں کے ہر چہار طرف لٹک رہے ہیں۔ مسہری سے ملی ہوئی ایک بلند چوکی ہے، اس پر ایک نوجوان مولود خواں صاحب رونق افروز ہیں، جن کے داہیں بائیں دو کم سن لڑکے خوش گلو بہ طور بازو آواز ملا ملا کر کچھ پڑھ رہے ہیں اور ایک شخص قریب بیٹھا ہوا مر رنگ (ایک قسم کی ڈھولک جو طبلے کی طرح ایک طرف سے بجائی جاتی ہے) بجا رہا ہے۔ گو مجمع زیادہ تھا، مگر کوشش سے مجھ کو چوکی ومسہری کے برابر جگہ مل گئی (غلام امام شہید کے) پورے بروگ (بریا بروگ سے تڑپت جیو .....الخ) کو ختم کر کے ذکر ولادت شروع کیا، جیسے ہی زبان سے یہ شعر نکالے:

اٹھو تعظیم کو سب وقتِ میلادِ پیمبر ہے
یہاں تشریف فرما خود شفیعِ روزِ محشر ہے

بجز میرے سب اہلِ محفل دست بستہ کھڑے ہوگئے اور پردے کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ رب للعالمین یہ کیا ماجرا ہے؟ بیٹھے بیٹھے آہستہ پردے کا ایک گوشہ اٹھا کر میں نے دیکھا تو اندر کوئی آٹھ دس برس کا ایک لڑکا زنانی ساڑھی سرخ رنگ پہنے رو بہ قبلہ بیٹھا ہے۔ بعد ختم محفل خود میں نے کہا کہ ایسا مولود ہم نے اپنی طرف نہیں سنا کہ جس میں راگ و باجا اور مسہری ہوتی ہو۔''

(فتح الموجد، حصہ اوّل: ص۸۶،۸۷)

محفلِ میلاد میں جس طرح کی خرافات ہوتی ہیں ان سے کون واقف نہیں۔ بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں جن کا حدیث و سیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں۔ شور و شغب ہوتا ہے۔ نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نا معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔

کاش! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو ''بدعت'' ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپ کی عظمت و تقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھایا جاتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بہ نفسِ نفیس تشریف بھی لاتے ہیں۔ فَیَا غُرْبَۃَ الْاِسْلَامِ (ہائے اسلام کی بے چارگی!)

## جشنِ عیدِ میلادالنبی:

اگرچہ ''میلاد'' کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہوچکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کیے، لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے ''عید'' کا نام دیتا۔ کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

''میری قبر کو عید نہ بنانا۔'' (نسائی، مشکوٰۃ، ج۱، ص۸۶)

مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو ''عید میلادالنبی'' کہلانے کا شرف بھی

حاصل ہوگیا ہے ❶۔

دنیا کا کون مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ''عید'' کے دن مقرر کیے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو بھی ''عید'' کہنا صحیح ہوتا اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو ''عید'' قرار دے سکتے تھے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ نہ سہی خلفائے راشدینؓ ہی آپ کے یوم ولادت کو ''عید'' کہہ کر ''جشن عید میلاد النبی'' منا ڈالتے۔ مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا، اس سے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو ''عید'' کہنے میں غلطی پر ہیں یا یہ کہ نعوذ باللہ ہمیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی ہے مگر صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ کو کوئی خوشی نہیں تھی۔ انھیں آپ سے اتنا عشق بھی نہیں جتنا ہمیں ہے۔

ستم یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں بعض ۸ ربیع الاول، اور مشہور ۱۲ ربیع الاول۔ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ شریف ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔ گویا ہم نے ''جشن عید'' کے لیے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے داغِ مفارقت دے گئے۔ اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ ''جشن عید'' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر مناتے ہو یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شاید ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہرحال اس دن کو ''عید'' کہنا معمولی بات نہیں، بلکہ یہ صاف تحریف فی الدین ہے۔ اس لیے کہ ''عید'' اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خودرائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

---

❶ دو تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ کراچی میں بریلویوں کی بعض مساجد میں عید میلاد النبی کی نماز تک پڑھی جاتی ہے۔

## جشن میلاد کی خرابی:

کچھ عرصے سے ہمارے شہر کراچی میں ''عید میلاد النبی'' کے موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں ماڈل بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ''بیت اللہ'' کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علما کہلانے والوں کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فَیَا اَسَفَاہُ (ہائے افسوس)!

''جشن عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجیے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

① جشن عید میلاد النبی پر جو لاکھوں رُپیہ خرچ کیا جاتا یہ محض اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، کیوں کہ یہ فضول کام ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو مفت ضایع کرنا ہے۔ ذرا سوچیے! جو مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے منع کر دے اور ایسا کام کرنے والوں کو لعنتی قرار دیتا ہے اس کا ارشاد لاکھوں کروڑوں رُپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھیے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا اور مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لیے غربا و مساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمایش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سیکڑوں اُجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے۔ ان سیکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کیے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لیے سوہانِ روح (جان کو تکلیف دینے والی) بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے لوگوں کو سجتی ہے جس کے بہت سے افراد دو وقت کی روٹی سے بھی محروم ہیں اور یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے تو کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے مگر جانوروں تک کی بھوک و پیاس سن کر تڑپ جاتے تھے۔ جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی

کرنے والوں کو قرآن نے ''اِخْـوَانَ الشَّـیَاطِیْـنِ'' شیطان کے بھائی فرمایا ہے۔ مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بنا ڈالا ہے۔ افسوس صد افسوس!

④ اس فعل میں شیعوں اور عیسائیوں کی تقلید ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش پر ''عید میلادِ مسیح'' جسے عام زبان میں کرسمس (Christmas) کہتے ہیں، وہ بھی اپنے نبی کا یوم پیدائش بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو اس میں عیسائیوں کی تقلید ہوگئی اور پھر شیعہ حضرات حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے ہیں اور اس موقع پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ حضرت حسینؓ اور آل رسول کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا۔

انصاف کیجیے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا ماڈل بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کے ماڈل رچانا کیوں غلط ہے؟

افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت شیعوں نے ایجاد کی اور جو عمل عیسائی کرتے ہیں، ہم نے ان کی تقلید کر کے ان کے عمل کو جائز قرار دے دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔''

(ابوداؤد)

یعنی قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا جس کی اس نے مشابہت اختیار کی یا اس کی تقلید کی۔ اب جشن عید میلاد النبی منانے والے سوچ لیں کہ قیامت کے دن وہ کس کے ساتھ اپنا حساب کتاب دینا پسند کریں گے؟ شیعوں کے ساتھ یا عیسائیوں کے ساتھ؟

⑤ اس بات پر بھی غور کیجیے کہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیے کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے۔ جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا

جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کیا کسی درجے تقدس پیدا ہو جاتا ہے؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ بھی اثر آجاتا ہے تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضۂ مقدسہ اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی؟ اور پھر روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ دینا کیا ان کی توہین نہیں؟

فتاویٰ تعزیہ داری میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں نے شیعوں کے تعزیہ بنانے کو حرام لکھا ہے۔

> ''مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آیندہ اپنی اولاد یا اہلِ اعتقاد کے لیے ابتلا بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے: اتقوا مواضع التهم اور وارد ہوا من كان يومن بالله واليوم الاخر فلايقضن مواقف التهم.
> لہٰذا روضۂ اقدس حضرت سید الشہدا کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے۔''
>
> (رسالۂ تعزیہ داری: ص ۵)

جب شیعوں کا تعزیہ بنانا حرام ہے تو سنیوں کا روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا ماڈل بنانا کیسے جائز ہو گیا؟ اور روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اسے منہدم کرنے والوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

④ جس طرح شیعہ حضرت حسینؓ کے تعزیے پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام (بے وقوف لوگ) اس نو ایجاد ''بدعت'' کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضۂ اطہر کی شبیہ پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے۔ گویا مسلمانوں کو حج وعمرہ کے لیے مکۂ مکرمہ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے مدینۂ

منورہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنادیے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا۔ میرے قلم میں وہ طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شناعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کرسکوں۔ ہمارے آئمہ اہلِ سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لیے لوگ اپنے شہر کے میدان میں نکل کر جمع ہوتے اور حاجیوں کی طرح سارا دن دعا وتضرع، گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں گزارتے۔ اس رسم کا نام ''تعریف'' یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔ بہ ظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہوجاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ واستغفار کی توفیق ہوجایا کرتی۔ مگر ہمارے علمائے اہلِ سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا:

التعریف لیس بشی.

''اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بے ہودہ حرکت ہے۔''

شیخ ابن نجیمؒ، صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

''چوں کہ وقوفِ عرفہ ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا، جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں۔''

(البحر الرائق: ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا۔ اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انھیں حج کی طرح عید

اور موسم بنالیا تھا۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

الشیخ علی القاریؒ مناسک میں فرماتے ہیں کہ

"طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لیے انبیا و اولیا کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔ جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ وعلما کی شکل میں ہوں۔" (بہ حوالہ النجۃ لاہل السنۃ: ص ۷)

اور البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور مراج الداریہ میں ہے کہ

"جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے، اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔" (الجنۃ لاہل السنۃ: ص ۷)

ان حوالوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ روضۂ اطہر اور کعبہ شریف کا ماڈل بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کیا جاتا ہے، ہمارے اکابر اہلِ سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

## نعتیہ اشعار میں کفریہ کلمات:

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ مولود کی پہلی کتاب عربی میں ابن دحیہ اندلسی نے ۶۰۴ھ میں لکھی تھی۔ جس پر سلطان اربل سے انھیں ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملی تھیں۔ پھر بعد میں بہت سوں نے عربی، فارسی، ترکی، اردو وغیرہ میں بھی مولود کی بہت سے چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔

بریلوی مولوی عبدالسمیع "انوار ساطعہ" میں لکھتے ہیں:

"پس اسی طرح وہ جو روایتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقایع میلاد و صناع وغیرہ کی بابت صحابہؓ میں متفرق منتشر تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا ان کو ایک جگہ جمع کردیا جائے ،تب محدثین نے ان کو جمع کیا، وہ رسالہ بن گئے، سیکڑوں رسائل میلادیہ تصنیف ہوگئے۔ ازاں جملہ مولود شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے، "مورد الصادی فی مولد الہادی" اور لکھا محمد ابن عثمان لولوی دمشقی نے "الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم" اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جزریؒ

نے ''عرف التعریف فی مولد الشریف'' اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے ''نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ'' سب کا نام لکھنا طول کو پہنچاتا ہے۔ غرضے کہ علامہ سخاویؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونے اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً و نثراً اپنی مایہ سعادت سمجھا اور پڑھنے لگے وہ رسائل محافل میں۔ پھر فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہوکر پڑھے جانے لگے۔''

(انوار ساطعہ: ص۱۵۳)

لیکن مولوی صاحب شاید یہ لکھنا بھول گئے کہ اس کی ابتدا عالموں نے کی تھی اور انتہا جاہلوں پر ہوئی۔ شروع میں روایات ضعیفہ کم درج ہوتی تھیں اور اب ضعیف بلکہ موضوع روایتوں کی بھرمار ہے۔ یقین نہ آئے تو مولود سعیدی، مولود سعدی، مولود شہیدی وغیرہ رسائل میلادیہ ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کو کہ انھوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم طبع دوم میں ''معجزات نبوی کے متعلق غیر مستند روایات'' کے ذیل میں اس پر خوب بحث کی ہے اور صفحہ ۶۷۵ سے ۷۱۱ تک تقریباً ان تمام روایتوں کا پردہ چاک کیا ہے جن سے مولود کے یہ اردو رسائل بھرے ہوئے ہیں اور جنھیں جاہل مولود خواں شوق سے پڑھتے ہیں اور عوام ذوق سے سنتے ہیں۔ بلکہ ان رسائل میلاد و معراجیہ میں ان سے بھی زیادہ جھوٹی بلکہ شرم ناک روایتیں موجود ہیں۔ انھیں نقل کرنا فضول ہے۔ رسائل عام ہیں، جس کا جی چاہیے دیکھ کر تصدیق کر لے۔

وہ تو نثر کی ترقی کا حال تھا اور نظم میں ترقی کا یہ عالم ہے کہ ایمان دار کے لیے ''نعوذ باللہ'' پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

چوتھی صدی ہجری کا واقعہ ہے جو موضوعات کبیر للامام علی قاریؒ مطبوعہ دہلی، ص ۱۳ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ بغداد میں کسی واعظ نے حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ امام ابن جریر طبریؒ

نے سنا تو برہم ہو کر اپنے دروازے پر لکھ دیا:

''خدا کا کوئی ہم نشین نہیں۔''

لیکن آج میلاد اور معراج کی مجلسوں میں جس مولود خواں کو دیکھیے مولود سعدی، مولود سعیدی گلدستۂ معراج کا یہ شعر پڑھتا ہوا ملے گا۔

خدا رخ سے پردہ اُٹھاتا ہے آج
محمد کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا
کہ زانو سے زانو ملاتا ہے آج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا ہم نشین بناتا ہے اور کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت بدتمیزی کے ساتھ اللہ کا ہم نشین بنانے کا شعر تھا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنانے کا شعر بھی سن لیجیے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا تھا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اسی طرح مولود شہیدی کے مصنف غلام امام شہید نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخمس (وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصروں کا ہو) میں خدا بنایا ہے اور مولود خواں اس کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔ مخمس کا وہ خاص شعر یہ ہے:

فرماتا ہے تجھ سے خدا دل میں نہ دکھ اپنے خودی
تیری نگین طبع پر میری حقیقت ہے کھدی
جب عین وحدت کی صفت خالق نے اپنے تجھ کو دی
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح اور لوگوں کے بھی بہت سے اشعار ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

شب و روزان کے صاحب زادوں کا گہوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

پئے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف
مدکو جو بھیجا حق نے سایہ دکھ لیا قد کا

........ ........ ........

طواف کعبہ مشتاق زیارت کو بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

........ ........ ........

بر آسماں چہارم مسیح بیمار ست
تبسم تو برائے علاج درکار است

........ ........ ........

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے

........ ........ ........

بعض خدا ترس میلاد کرنے والے بھی اس کی شکایت کرتے ہیں۔ مثلاً حافظ عبداللہ صاحب کان پوری مرحوم نے مجموعہ مولود شریف میں تحریر کیا ہے:

''اب اس زمانے کے شاعر بڑی بے ادبی اور نہایت گستاخی کرتے ہیں۔ اپنے اشعار کے اندر کہیں بت، کہیں مست شراب، کہیں چرواہا کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو غضب اور جادوگر اور شوخ اور کافر بتاتے ہیں اور کوئی بے باک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیا کہتا ہے [1] کوئی کہتا ہے خدا تو محمد ہوا اور محمد خدا ہو گیا۔ خدا بدن ہو گیا اور محمد جان ہو گیا۔ کوئی خدا کو دولہا اور محمد کو دلہن سے تشبیہ دیتا ہے، کوئی محمد کو بعینہٖ خدا

---

[1] چناں چہ مولود کی مشہور کتاب شمع لاہوت بزم ملکوت کے ص ۱۴ پر ہے:

خبر لیجیو موری علی جی کے بھیا
کالی کملی والے کنہیا

کنہیا: ہندوؤں کا بھگوان ہے۔

بتا تا ہے، کوئی کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ میاں نے یہ دولت گناہ کرنے کے بخشا۔
کوئی کہتا ہے کہ میں تو محمد کا عاشق ہوں اور خدا کا رقیب ہوں۔''
(مجموعہ مولود شریف: ص۵۹)

اور حاشیے میں لکھا ہے: بعض شعرا بے ادب نے آپ کی شان مبارک میں مثل لفظ جاناں و ہوش ربا و ستم گر باندھا ہے، کسی نے رہ زن، سفاک، غارت گر، جلاد، برہمزن، خدا کی پناہ کیا بے باکی ہے، شعر درست ہو جائے، ایمان رہے یا جائے کچھ پروا نہیں اور غضب تو یہ ہے کہ جن اشعار میں یہ لفظ ہیں ان کو مولود خواں پڑھا کرتے ہیں۔ دیکھوں حضرت خضر اور جبرئیل امین اور یعقوب و موسیٰ (علیہم السلام) کی شان میں شعرا نے کیسے کیسے الفاظ تحریر کیے اور بے ادبی کے شعر کہے ہیں، کوئی کہتا ہے:

حضرتِ خضر ذرا عشق میں مر کر تو دیکھیں

کوئی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھنے کے واسطے ہے:

روشنائی بنالیجیے اگر ہے منظور
پھر نہیں ملنے کا جبرئیل امین سا مزدور
پینے کے لیے ہو دیدہ یعقوب کھرل ❶

بعض نسخے میں ہے:

دیدۂ حضرت موسیٰ ہو پر نور کھرل

خدا کی پناہ ایسی حمد و نعت کو کہ جس میں انبیا کی نسبت بے ادبی اور استخفاف (حقیر سمجھنا) شان لازم آئے خاک ثواب ہوگا، بلکہ یہ تو گناہِ کبیرہ ہے اور قائل ایسے اشعار کا بے شک کافر ہو جاتا ہے۔ کیا عرض کیا جائے مولود شریف کی جس کتاب کو دیکھیے سوائے چار پانچ رسالوں کے سب میں کچھ نہ کچھ ستم (خرابی) اور جائے اعتراض موجود ہے۔ مثلاً مولود شریف جدید مؤلفہ صوفی بیان معراج شریف میں یہ اشعار موجود ہیں، جن کو اکثر مولود خواں پڑھتے ہیں۔

❶ کھرل: پتھر کی کونڈی جو دوائیں پیسنے اور حل کرنے کے کام آتی ہے۔

دیوانہ زلف تھا سلیمان اور عشق میں مو بہ مو پریشان
یونس بھی جو منتظر کھڑا تھا مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا
تھا تشنہ لبی سے خضر بے تاب دیدار سے ہوگیا وہ سیراب
اور نوح غریق لجۂ غم دیکھ اس کو ہوا خوشی سے توام
یعقوب کو جو دیا دکھائی بینائی چشم پھر کے آئی
یوسف جو کھڑا تھا پیشتر سے
دیکھا اُسے چاہ کی نظر سے

مقام غور ہے کہ یہ الفاظ ادنی بزرگ کی نسبت نکالنا بے ادبی ہے کہ کھڑا ہوا تھا اور تڑپ رہا تھا، چہ جائے کہ انبیا علیہم السلام کی ذاتِ مقدسہ پر جو مورد وحی الٰہی اور تمام جہاں سے افضل ہیں۔الخ (مجموعہ مولود شریف:ص ۵۹،۶۰)

آگے سنیے:

یہ لوگ محفلِ میلاد میں کیا کیا رنگ روپ اپناتے ہیں اور کس قسم کے اشعار کو راگ و لعب میں پڑھتے ہیں ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

ہے محشر میں کافی وسیلہ تمہارا
تم آقا ہو میرے میں بندہ تمہارا

اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ اپنے آپ کو بتایا ہے۔حالاں کہ یہ شعر قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہے۔جیسا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ. (سورۂ آل عمران:۷۹)

”کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر،لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ۔“

اور حدیث میں آتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لا یقولن احد کم عبدی و امتی کلکم عبید اللّٰہ.**

(مسلم: ج ا،ص ۲۳۸)

''تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ میرا بندہ اور میری بندی تم سب اللہ کے بندے ہو۔''

دوسری حدیث میں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' (بخاری کتاب المغازی)

**وعن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتطرونی کما اطرت النصارٰی ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللّٰہ ورسولہ.** (متفق علیہ، مشکوٰۃ: ص ۴۱۷)

''حضرت عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میری مدح وتعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جس طرح نصاری نے ابن مریم (کی تعریف میں) حد سے تجاوز کیا۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''

دیکھیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں جب رسول اللہ کا بندہ ہے تو پھر کیا رسول کا کوئی بندہ بھی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن بریلوی اپنے آپ کو رسول کا بندہ کہتے ہیں۔

ندا تھی کہ سرکار تشریف لاؤ
دو عالم کے مختار تشریف لاؤ
زمین کو بھی عزت ہو عرش علا کی
دکھا جاؤ بندوں کو صورت خدا کی

اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی شکل ثابت کی جارہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک اللہ تعالیٰ کے برابر بتائی جارہی ہے۔ کیا یہ کفریہ اشعار نہیں؟

اس پر ایک مسئلہ بھی پڑھتے چلیے۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو کسی مخلوق کی صفت سے مشابہ کیا وہ اللہ سے کافر ہوا۔ (عین الہدیہ: ج ۱، ص ۴، عقائد کا بیان)

یوسف بھی ان کی غلامی میں ہے
دیکھا دیکھا زلیخا ہمارا نبی ہے

اس شعر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ثابت کیا گیا ہے جب کہ حدیث میں اس طرح کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

**لاتخیروا بین الانبیاء.** (بخاری: ج ۱، ص ۳۲۵)

''تم لوگ باہم انبیا میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو۔''

پردہ انسان میں آکر دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو

اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کو اللہ تعالیٰ کا اوتار بتا دیا۔ کیا یہ کلمات کفریہ نہیں؟ ہم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہیں کہ ہم کہیں خدائے پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

عرب میں چاند نکلے گا جہاں میں روشنی ہوگی
بتوں کے ملک میں اللہ والا ہونے والا ہے

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش نہیں ہوئی، اب پیدا ہونے والے ہیں۔

یہ چند اشعار نمونے کے طور پر پیش کیے ہیں۔ جو زبان پر آیا نکال دیا اور جو دل میں اس کو اگل دیا، کچھ سوچتے نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ بے دھڑک ایسے اشعار پڑھ لیتے ہیں۔

یہ ہے محفلِ میلاد۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محافل میں آتے ہیں؟ یہ ایسے کلمات ہیں جو کہ کفریہ کلموں پر مشتمل ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے حنفیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ

’’اکثر جاہل میلاد خواں ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ ان اشعار کے کفریہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور حرام سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔‘‘

(عین الہدایہ: ج ۴، ص ۲۲۴)

دوسرا فتویٰ:

’’جو لوگ میلاد میں راگ کے اشعار پڑھتے ہیں تو پڑھنا اور سننا حرام ہے اور پڑھنے والوں پر خوف شدید ہے (کفر کا)۔‘‘

(عین الہدایہ: ج ۴، ۲۲۴)

ان حضرات کو اس فتوے پر نظر رکھنی چاہیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار پڑھنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ حضرت حسان ابن ثابتؓ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور ان کے دشمنوں کے جواب میں اشعار کہا کرتے تھے، لیکن ایسے اشعار جس سے دوسرے انبیا علیہم السلام کی توہین ہوتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ہم نشین بنا دے، ایسے اشعار سے تو اللہ کی پناہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہنا فرض یا واجب نہیں ہے، جو نہیں کہیں گے تو اسلام کے دائرے سے باہر نہیں نکلیں گے۔ ہاں! لیکن اس قسم کے کفریہ اشعار کہنے، سننے اور سرہانے سے ضرور اسلام کے دائرے سے باہر نکل جائیں گے۔

چودھویں صدی ہجری میں مولود کی برکت سے نعت گوئی کا یہ مختصر نمونہ ہے۔ ایسے تو ہزارہا اشعار ہیں جس میں خدا کی توہین، فرشتوں کی توہین، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دیگر انبیا علیہم السلام کی توہین صاف موجود ہے۔ اسی طرح مجلسِ میلاد نے بہ لحاظ کتب میلاد نثر میں بھی اور نظم میں بھی پہلے سے بہت کچھ (منفی) ترقی کی ہے۔ میلاد کرنے کرانے والے علما کی خاموشی، نعت خوانوں کی جہالت اور سننے والوں کی بے حسی کا اگر یہی حال رہا تو آیندہ خدا جانے کیا کیا ’’ترقی‘‘ اور ہوگی۔

## محفلِ میلاد میں قیام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان مجالس میں آنا:

مجلسِ میلاد کے حامی اور بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔اس مضمون پر کچھ کہنے سے پہلے تو مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ اپنے اس عقیدے کو سچ ثابت کرنے کے لیے جو یہ دلائل پیش کرتے ہیں وہ قابل افسوس ہیں۔خاص کر یہ کہنا کہ

''خدا نے جب شیطان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ آن واحد میں دور اور نزدیک پہنچ جاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس قوت کا ہونا اور ایک وقت میں اکثر جگہ مجالس میلاد میں پہنچنا کون سی بڑی بات ہے؟''

(انوارِ ساطعہ: ص۵۴، ۵۵)

یہ امر کس قدر قابل افسوس ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مردودِ خدا کی جنس پر قیاس کیا جاتا ہے۔یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا قرآن کی کسی آیات اور کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں۔ بریلوی حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف مثال دے کر ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ اوپر شیطان کا ایک وقت میں بہت سی جگہ حاضر ہونا۔اب دیکھا جائے تو اس طرح ہر کلمہ گو شیطان سے کروڑ ہا درجے افضل ہے۔تو کیا ہر مسلمان کہیں بھی شیطان کی طرح حاضر ہوسکتا ہے؟ مشکوٰۃ شریف میں ''باب فی الوسوسۃ'' حدیث نمبر۶۱ میں حضرت انسؓ سے روایت اور بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔اب بتائیں ایک مسلمان کسی انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہوسکتا ہے؟

عقائد کے مسائل مثالوں اور اندازوں سے طے نہیں ہوتے، اس کے لیے قرآن اور حدیث سے دلائل دینے پڑتے ہیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں یا نہیں؟

اس نکتے پر غور کرنے کے لیے سب سے پہلے ''حاضر و ناظر'' کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں جن کے معنی ہیں ''موجود اور دیکھنے والا۔'' اور

جب ان دونوں کو استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے ''وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ اس کا وجود بہ یک وقت ساری کائنات کو محیط ہے اور کائنات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اول سے آخر تک اس کی نظر میں ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ''حاضر و ناظر'' کا یہ مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک پر صادق آتا ہے اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ روضۂ اطہر میں استراحت فرما ہیں (آرام کررہے ہیں) اور دنیا بھر کے مشتاقانِ زیارت وہاں جا کر حاضری دیتے ہیں۔ اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور کائنات کی ایک ایک چیز آپ کی نظر میں ہے یہ عقیدہ عقلی اعتبار سے صحیح نہیں تو شرعاً کیسے درست ہوگا۔

حاضر و ناظر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کو کسی دوسری شخصیت کے لیے ثابت کرنا غلط ہے۔ یا حرف ندا ہے یعنی کسی حاضر اور موجود شخص کے نام سے پہلے ''یا'' لگانا جائز ہے۔ مثلاً آپ کا دوست معاویہ آپ کے پاس ہے، اس کو پکارتے وقت ''یا معاویہ'' کہیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اس نیت سے یارسول اللہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کی ہر جگہ سنتے ہیں اسی طرح رسول بھی حاضر و ناظر ہیں اور ہر شخص کی ہر جگہ سنتے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ حنفی میں اس کی کوئی گنجایش نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ.

''اور وہی ہے (اللہ) ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

**فائدہ:** ہر چیز پر محیط ہونا (یعنی ہر چیز کا احاطہ کرنا یا گھیرنا) اس ذات کے لیے زیبا ہے جو ہر جگہ بے مثل طور پر موجود ہے۔ اسی کا علم مکمل ہوگا اور اس کی شان اکمل ہوگی اور ظاہر ہے کہ جگہ حاضر و ناظر ہونے کے لیے محیط ہونا ضروری ہے اور چوں کہ محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، پس صفت حاضر و ناظر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ مَایَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (سورۂ مجادلہ: ۷)

''کیا تو نہیں دیکھا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتے تین سرگوشیاں کرنے والے مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہیں کرتے سرگوشیاں پانچ مگر چھٹا ان کا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہیں ہوتے اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جہاں وہ ہوتے ہیں اس کے بعد قیامت کے دن ان کو ان کے عملوں کی خبر دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب چیز کا جاننے والا ہے۔''

## طرز استدلال:

تین افراد سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور پانچ افراد میں چھٹا رب قدوس کا ہونا نیز اس کی معیت لازمہ (ساتھ ہونا) اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر عمل کی خبر دینا اس کے ناظر ہونے پر کھل کر دلالت کرتے ہیں۔

## مسئلہ حاضر و ناظر فقہ حنفی کی روشنی میں:

فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری ج ۲، ص ۴۱۲ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ

''ایک جوان نے عورت سے نکاح کیا، لیکن گواہ حاضر نہیں ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنالیا ہے یا کہا کے خدا اور فرشتوں کو گواہ کیا ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کہے دائیں بائیں طرف کے فرشتوں (کراماً کاتبین) کو گواہ بنایا ہے تو کافر نہیں ہوگا۔''

**فائدہ:** قارئین کرام! اگر اس کو توجہ سے پڑھیں تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ یہاں کفر کے فتوے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھا ہے۔ ہاں اگر دائیں بائیں رہنے والے فرشتوں کو گواہ بنا دے تو کافر نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔ مگر اتنا یاد رہے کہ نکاح ان دو فرشتوں کو گواہ رکھنے سے نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے:

''ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور وہ سب کچھ جانتی ہیں، ایسا شخص کافر ہے۔''

(بزازیہ بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری: ج ۲، ص ۳۲۶)

اُمید ہے کہ جن بھائیوں کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ تھا اب وہ ختم ہو گیا ہوگا، لیکن پھر بھی اگر کسی کے دل کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ شیخ الحدیث امام اہلِ سنت حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ کی کتاب ''تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر'' آنکھوں کی ٹھنڈک کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ سب سوالوں کے جواب مل جائیں گے اور سارے وسوسے دور ہو جائیں گے۔

## کچھ جواب اس کا:

اگر ایک لمحے کے لیے یہ مان لیا جائے محفلِ میلاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں تو بھی نبی کو اپنی آمد پر کسی کا کھڑا ہونا پسند نہیں تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

''حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی محبوب نہ تھا، لیکن جب وہ آپ کو دیکھتے تھے تو قیام نہ کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس قیام کے عمل کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' (رواہ الترمذی: ج ۲، ص ۱۰۰ وقال ہذا حدیث حسن صحیح۔ مشکوٰۃ: ج ۲، ص ۴۰۳۔ مسند احمد: ج ۳، ص ۱۵۱۔ ادب المفرد: ص ۱۳۸)

اس صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے قیام کو پسند نہ کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ باوجود اس کے ان کو آپ سے انتہائی محبت تھی قیام نہ کرتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ جس چیز کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند نہ کرتے ہوں اور کمالِ محبت کے باوجود حضرات صحابہ کرامؓ بھی اس پر عمل نہ کرتے ہوں (جب کہ بنفس نفیس آپ موجود بھی تھے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو نظر بھی آتے تھے) تو پھر آج جب کہ آپ کا کسی مجلسِ میلاد میں آنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ کسی کو نظر آتے ہیں تو پھر کسی طرح قیام کو فرض اور واجب قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور قیام نہ کرنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔

چلیں! یہ تو ثابت ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے محفلِ میلاد میں قیام نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مجلسِ میلاد میں تشریف لاتے ہیں، یہ مجلسِ میلاد کے منعقد کرنے والوں کا عقیدہ ہے، جو پہلے گلے پھاڑ پھاڑ کے نعتیں پڑھتے تھے اب لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ کے لوگوں کے کان کے پردے پھاڑتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (سورۂ حجرات:۲)

''اے ایمان والو! تمہاری آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ ہو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں اونچی آواز سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔''

اب جناب کیا کریں، اب تو آپ پھنس گئے۔ نبی کا احترام کرتے ہیں اور قرآن کے حکم پر عمل کرتے ہیں تو لوگوں کو نعتیں کیسے سنائیں گے اور اگر نبی کا احترام کریں تو لوگوں تک آواز نہیں جائے گی۔ اب کیا کریں؟ جب نعت خواں گلے پھاڑ کر یا اسپیکر کی مدد سے لوگوں کے کان پھاڑ کر یہ شعر پڑھے گا۔

مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف کا یہ شعر ؎

اب سید انام کا ذکر ظہور ہے
تعظیم کا مقام ہے اُٹھنا ضرور ہے

مولود سعیدی کا یہ شعر ؎

اب راحتِ قلوب کا ذکر ظہور ہے
دعویٰ ہے عاشقی کا تو اُٹھنا ضرور ہے

مولود سعدی کا یہ شعر ؎

عرش اور کرسی جھکے تسلیم احمد کے لیے
اُٹھ کھڑے ہو مومنو! تعظیم احمد کے لیے

مولود شریف کا شعر ؎

اُٹھو! وقتِ تعظیم احمد ہے یہ
بیان ظہور محمد ہے یہ

ایسے سیکڑوں اشعار مولود کی کتابوں میں موجود ہیں جو میلاد میں قیام کو فرض یا واجب بتاتے ہیں اور حدیث سے ثابت کردیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجوگی میں صحابہ کرامؓ نے کبھی قیام نہیں کیا، کیوں کہ یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسندیدہ عمل کو یہ واجب بتاتے ہیں۔ افسوس صد افسوس ان کے عقیدے پر۔

## محفلِ میلاد میں قیام، علما کا اختلاف اور اُن کے فتاوے:

محفلِ میلاد کی طرح میلاد میں قیام سے اختلاف کرنے والے بہت ہیں، لیکن یہاں چند مخالفین کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:

① علامہ محمد ابن علی دمشقی شامیؒ جو مجوزین میلاد کے امام علامہ جلال الدین سیوطیؒ کو اپنا شیخ کہتے اور خود بھی مولود کو بدعتِ حسنہ فرماتے تھے، وہ قیام مولود کے مخالف تھے۔ چناں چہ سیرۃ شامی میں صاف فرماتے ہیں، جسے موافق اور مخالف سب ہی نے نقل کیا ہے:

''اکثر محبین کی عادت ہے کہ جب وہ ذکر ولادت سنتے ہیں تو تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں، حالاں کہ یہ قیام بدعت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔''

② علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی حنفی، صاحبِ تفسیر ''بحر مواج'' جونویں صدی ہجری میں ایک بڑے عالم گزرے ہیں، سلاطین شرقیہ جون پور نے ان کو ''ملک العلماء'' کا خطاب دیا تھا، وہ مجلسِ میلاد کے مخالف تھے اور قیام میلاد کے بھی۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوجاتے اور خیال کرتے ہیں کہ آپ کی روح آتی ہے اور حاضر ہوتی ہے، ان لوگوں کا یہ گمان باطل بلکہ یہ اعتقادِ شرک ہے اور بے شک آئمہ اربعہؒ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہے۔''

③ علامہ شیخ محمد ابن فضل اللہ جون پوری ''بہجۃ العشاق'' میں فرماتے ہیں کہ

''عوام جو ذکر ولادت خیر الانام علیہ السلام کے وقت (قیام) کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔''

④ علامہ قاضی نصیر الدین گجراتی بریان پوریؒ نے ''طریقۃ السلف'' میں لکھا ہے کہ

''بے شک بعض جاہل مشائخ نے اکثر ایسی باتیں نکالی ہیں جو نہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے۔ ان ہی میں سے ذکر ولادت حضور علیہ السلام کے وقت قیام ہے۔''

## محفلِ میلاد پر علما کے فتاوے:

محفلِ میلاد کی تاریخ سے یہ تو ثابت ہوگیا یہ ایک بدعت ہے اور بدعت کے مضمون پر اسی کتاب میں کافی کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ اس کے علاوہ محفلِ میلاد کی خرابیاں، ان میں پڑھے جانے والے کفریہ اور شرکیہ اشعار کے بارے میں بھی چند مثالیں پیش کی

گئیں۔ نیز محفلِ میلاد میں قیام کے بارے میں بھی آپ کو بتا دیا گیا۔ اب آخر میں چند بڑے بڑے علما کے فتوے بھی نقل کر دیتا ہوں، جنھیں محفلِ میلاد کے حامی بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے فتوں پر (کافی حد تک) عمل بھی کرتے ہیں اور انھیں قبول بھی کرتے ہیں:

① علامہ شیخ تاج الدین فاکہانی مالکیؒ جو اکابر علمائے امت میں سے ہیں، سب سے پہلے انھوں نے مجلسِ میلاد سے اختلاف کیا تھا اور انھوں نے ردمولود میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس کا نام تھا ''المورد فی الکلام مع عمل المولد'' اس میں یہ فرماتے ہیں:

''نہیں جانتا میں اس مولود کے لیے کوئی اصل، نہ کتاب سے نہ سنت سے اور نہیں منقول ہے یہ عمل ان علمائے امت سے جو پیشوایانِ دین ہیں اور جو پوری قوت آثار سلف صالحین کو تھامنے والے ہیں، بلکہ یہ مولود بدعت ہے۔ ایجاد کیا ہے اس کو اہلِ باطل نے اور خواہشات نفسانی نے اور اس کا اہتمام کیا ہے شکم پرستوں نے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب دائر کیا جائے اس پر احکام خمسہ کو تو کہا جائے گا کہ یہ مولود کرنا یا تو واجب ہے یا مستحب، یا مباح یا مکروہ، یا حرام۔ اور اس کے واجب نہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے اور یہ مستحب بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ مستحب وہ ہے جس کا شریعت مطالبہ کرے۔ بغیر مذمت کے اس کے ترک پر اور شرع میں اس کا حکم واذن نہیں۔ اور نہیں کیا اس کو صحابہؓ نے، نہ تابعین متدینین نے اور یہی جواب عرض کروں گا میں حق جل وعلا کے حضور میں اگر مجھ سے اس کا سوال ہوا۔ اور مباح بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ایجاد فی الدین مباح نہیں ہے۔ بہ اجماع مسلمین۔ پس نہیں باقی رہا بجز اس کے کہ مولود مکروہ ہو یا حرام ❶۔''

② حافظ ابوالحسن علی ابن فضل مقدسی مالکیؒ (وفات ۶۱۱ ھ) جو بہ قول ابن نجار آئمہ

---

❶ یعنی اگر محرم میں جو کام ہوتے ہیں تعزیہ بنانا ڈھول پیٹنا وغیرہ ایسے کام ہوئے (جو ہو رہے ہیں) تو حرام ورنہ مکروہ۔

دین سے تھے اور ان کا میلادی کتاب کے پہلے مصنف ابن دحیہ سے بھی سابقہ پڑ چکا تھا وہ اپنی کتاب ''جامع المسائل'' میں فرماتے ہیں کہ

''عمل مولود سلف صالح سے منقول نہیں ہے اور وہ قرونِ ثلثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے اور جس عمل کو سلف نے نہیں کیا اس میں ہم خلف کی پیروی نہ کریں گے۔ اس لیے کہ ہمیں سلف کی اتباع کافی ہے۔ پھر ابتداع کی کیا حاجت ہے۔''

④ علامہ ابو عبداللہ ابن الحاج مالکیؒ جو علامہ تقی الدین سبکیؒ کے شیوخ میں سے ہیں اور جن کی علمی جلالت پر فریقین کا اتفاق ہے، اپنی مشہور و مقبول کتاب ''مدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور من جملہ ان بدعات کے جن کو لوگوں نے ایجاد کیا اور باوجود اس کے اعتقاد کرتے ہیں کہ افضل عبادات و شعائر سے ہیں، وہ چیز ہے جو ربیع الاول میں کرتے ہیں یعنی مجلسِ مولود حالاں کہ وہ بدعات و محرمات پر مشتمل ہے (حتیٰ کہ مفاسد بیان کرنے کے بعد کہا) یہ سب مفاسد و قبائح مرتب ہیں۔ مولود کے کرنے پر جب اس کو راگ کے ساتھ کریں اور اگر راگ سے خالی ہو صرف کھانا کیا جائے اور اس سے نیت مولود کی ہو اور بھائیوں کو دعوت دی جائے اور کوئی خرابی نہ ہو جن کا پہلے ذکر ہوا، تو بھی وہ بدعت ہے۔ اس لیے کہ یہ دین میں زیادتی ہے سلف کا معمول نہیں ہے حالاں کہ ہمارے لیے سلف کے نقش قدم کی پیروی ہی بہتر ہے اور سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انھوں نے بہ نیت مولود ایسا کیا ہو۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''ما ثبت بالسنہ'' میں اس اصلاحی کوشش پر ابن الحاجؒ کو دعا دی ہے، فرماتے ہیں کہ

''بے شک ابن الحاجؒ نے مدخل میں اس پر زبردست رد کیا ہے جو لوگوں نے بدعتوں اور ہوا و ہوس اور حرام مزامیروں سے گانا بجانا عمل میلاد کے وقت نکال کر مقرر کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ابن الحاجؒ کو ان کی اچھی نیت

کا ثواب دے اور ہم کو راہِ سنت پر چلائے۔"

④ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (جن کی جلالت و امامت کی شہادت علامہ سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ جیسے ان بزرگوں نے بھی دی ہے) اپنی بہترین کتاب "الصراط المستقیم" میں فرماتے ہیں کہ

"اور ایسے ہی ہے وہ (عمل مولود) جس کو ایجاد کیا ہے بعض لوگوں نے یا تو "میلاد مسیح" میں نصاریٰ کی نقل اتارنے کے واسطے اور یا بہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کے حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے بہ ذریعہ کامل اتباع کے آپ کی عظمت ومحبت کا حکم دیا ہے نہ کہ ان بدعتوں کا کہ آپ کے یوم ولادت کو عید بنایا جائے۔ حالاں کہ ولادت کی تاریخ میں لوگوں کا اتفاق بھی نہیں۔

پس یہ "عمل مولود" نہیں کیا اس کو سلف نے باوجودے کہ بہ سبب (جواب بیان کیا جاتا ہے) اس وقت بھی موجود تھا اور کوئی منع کرنے والا بھی نہیں تھا اور اگر اس میں خیر ہی خیر ہوتا یا خیر کا پہلو نکلتا تو سلف صالحین ہم سے زیادہ اس کے کرنے کے حق دار تھے۔ اس لیے کہ وہ ہم سے کہیں زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کرتے تھے اور امور خیر پر ہم سے بہت زیادہ حریص تھے اور آپ کی محبت وعظمت کا کمال تو بس آپ کے احکام کی پیروی اور آپ کی سنتوں کی ترویج میں ہے اور آپ کی شریعت کے پھیلانے اور اس کے لیے دل وزبان اور ہاتھ سے کوشش کرنے میں ہے، کیوں کہ یہی طریقہ ہے سابقین اولین انصار ومہاجرین اور ان کے تابعین کا۔"

⑤ علامہ شمس الدین ابن قیم حنبلیؒ (علامہ سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ نے جن کی جلالت وامامت کی شہادت دی ہے) اپنی بے نظیر کتاب "زاد المعاد" میں فرماتے ہیں:

"اور نہ خاص کیا جائے وہ مکان جس میں پہلی وحی نازل ہوئی اور نہ زمانے کے ساتھ کسی شے کے اور جو شخص کہ خاص کرے مکانوں اور زمانوں کو اپنی

طرف سے واسطے عبادت کے بہ نسبت اس کے یا کسی اور وجہ سے، وہ ہو جائے گا جنس اہلِ کتاب سے اور اس کا یہ عمل نصاریٰ کا سا ہوگا۔"

⑥ قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادیؒ (وفات ۸۴۹ھ) "تحفۃ القضاۃ" میں لکھتے ہیں:

"اور جہلا (جاہل کی جمع، جاہل لوگ) جو ہر سال ماہِ ربیع الاول میں کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں۔"

⑦ شیخ عبدالرحمٰن مغربی حنفیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"بے شک مولود کرنا بدعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا اور آئمہ نے اس کو نہ کہا نہ کیا۔" (از شرعۃ الالٰہیۃ)

⑧ امام نصیر الدین شافعیؒ نے بہ جواب سائل فرمایا کہ

"مولود نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ وہ سلف صالح سے منقول نہیں اور وہ بے شک قرونِ ثلثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے اور ہم اس چیز میں بعد والوں کی پیروی نہیں کرتے جس کو سلف نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ سلف کی اتباع کافی ہے، پھر ایجاد بدعت کی کیا حاجت ہے۔"

(از شرعۃ الالٰہیۃ)

⑨ شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین احمد حنبلیؒ معروف بہ ابن قاضی جبل (بہ قول مؤلف فتح الموجد، ص ۱۵۹ شیخ جزری نے جن کی بہت تعریف کی ہے) لکھتے ہیں کہ

"یہ جو بعض امرا ہر سال محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں، پس باوجود اس کے مشتمل ہونے کے تکلفاتِ شنیعہ پر وہ فی نفسہٖ بدعت ہے، اس کو ان اہلِ ہوا نے ایجاد کیا ہے جو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ امر کو جانتے ہیں نہ ممانعت کو۔"

⑩ شیخ نور الدین شرالمسیؒ نے "شرح مواہب لدنیہ" میں شب قدر اور شب ولادت وغیرہ میں باہم فضیلتوں کے مقابلے پر بڑی بحث کر کے آخر میں لکھا ہے:

"بے شک نص نے (صاف اور واضح) کیا ہے شارع (پیغمبر) نے

فضیلت شب قدر پر اور نہیں تعرض (برابری کرنا) کیا شب میلاد اور اس کے امثال سے اور ان کی فضیلت پر کوئی دلیل قایم نہیں فرمائی۔ پس ہم پر واجب ہے کہ اکتفا کریں حکم شارع پر اور نہ پیدا کریں کوئی بدعت اپنی طبیعت سے۔''

⑪ علامہ حسن ابن علیؒ کتاب ''طریقہ فی رد اہل البدعۃ'' میں لکھتے ہیں کہ

''جاہل صوفیوں نے ماہِ ربیع الاول میں جو مجلسِ میلاد نکالی ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں، بلکہ وہ ''بدعت سیہ'' ہے اور اس میں بہت برائیاں ہیں۔''

⑫ علامہ ابن حسنؒ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ

''عمل مولود سلف سے منقول نہیں اور سلف نے جس کام کو نہ کیا ہو اس میں بہتری نہیں۔'' (شرعۃ الٰہیہ نقلاً عن الصواعق)

⑬ احمد ابن محمد مصری مالکیؒ نے ''قول معتمد'' میں لکھا ہے کہ

''ساتھ ہی اس کے علما مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے مذمت عمل مولود پر اتفاق کیا ہے۔''

⑭ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن ابن عبدالحمید مالکیؒ نے ''تکملۃ التفسیر'' میں لکھا ہے:

''ربیع الاول میں عمل مولود کے لیے جو اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کے کرنے والوں پر نکیر کرنا چاہیے۔''

⑮ محمد ابن ابی بکر مخزومی مالکیؒ صاحب ''منہمل شرح رافی'' کتاب ''البدع والحوادث'' میں لکھتے ہیں کہ

''منکرات قبیحہ اور مکروہات فصیحہ (دین کے اعتبار سے برے کام) میں سے اس زمانے میں عمل مولود ہے جو بعض جگہ ہوتا ہے اور کوئی امت اگلے رسولوں کی تباہ نہیں ہوئی مگر دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے۔''

⑯ علامہ علاء الدین ابن اسماعیل شافعیؒ ''شرح البعث والنشور'' میں لکھتے ہیں:

''مولود بدعت ہے، اس کا کرنے والا قابل مذمت ہے۔''

⑰ حافظ ابو بکر ابن عبد الغنیؒ مشہور بہ ابن نقطہ بغدادی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ

"بے شک عمل مولود سلف سے منقول نہیں اور جس کو سلف نے نہیں کیا اس میں خیر نہیں۔"

⑱ صاحب "طریقہ محمدیہ" نے "بیان بدعات" میں اپنی منہیات میں لکھا ہے کہ

"(من جملہ بدعتوں کے) عورتوں کا مولود پڑھنا بلند آواز سے اس طرح کہ لوگ اس کو گھر کے باہر سنیں (جائز نہیں)۔"

⑲ صاحب "نور الیقین" نے "شرعۃ الٰہیہ" میں لکھا ہے:

"پس جان تو کہ بے شک خراب بدعت جو ملکوں اور شہروں میں رائج ہے محفلِ مولود ہے، کہ یہ نہیں ثابت ہے ادلہ شرعیہ سے، قرآن و حدیث سے۔"

⑳ حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی حنفیؒ جو مشہور اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں وہ مجلسِ میلاد کی نہ صرف ناجائز صورت ہی کے مخالف تھے بلکہ اس کی جائز صورت کو بھی اُمت کی اصلاح کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

"میرے محترم! میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اس قسم کی محفلِ میلاد کا دروازہ بند نہ کیا جائے گا ہوس پرست باز نہیں آئیں گے۔"

(مکتوبات: مکتوب ۳۲، حصہ ۵، ج ۱، ص ۲۲)

اس طرح اور بھی بہت سے علما ہیں، مثلاً ابن رجب آفندیؒ "شرح طریقہ محمدیہ"، علامہ فخر الدین خراسانیؒ صاحب تاریخ، امام شعرانیؒ صاحب تنبیہ وغیرہ یہ سب مجلسِ میلاد سے برابر اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اس مختصر فہرست اور ان بعض علما کے اقوال سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

① مجلسِ میلاد سے اختلاف پرانی بات ہے۔

② اختلاف جاہل یا معمولی مولویوں نے نہیں بلکہ بڑے بڑے علما اور ائمہ دین نے کیا ہے۔

③ اس اختلاف میں علمائے مذہب اربعہ متفق ہیں۔

④ علما اور صوفیا دونوں نے اختلاف کیا ہے۔

مجلسِ میلاد کا اختلاف اتنا ہی پرانا ہے جتنی کے یہ مجلسِ میلاد۔ اس سے اختلاف کرنے والے کسی عداوت کی وجہ سے نہیں بلکہ اہلِ اسلام سے ہمدردی اور ان کی اصلاح کی نیت سے اس بدعت سے روکتے تھے۔ اس لیے مجلسِ میلاد سے روکنا کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ ایک اچھا کام ہے، جس پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسے بزرگ نے ''ما ثبت السنہ'' میں علامہ ابن الحاجؒ صاحب ''مدخل'' کو دعائے خیر دی ہے تو ان مصلحین (اصلاح کرنے والے) کا یہ فعل قابل تحسین و دعا ہے، نہ کہ لایق نفرت و ملامت۔

لیکن آج دیکھا جاتا ہے پچھلے زمانے کے برعکس اب اصلاح کرنے والوں کو وہابی کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالاں کہ بدنام کرنے والے اگر انصاف سے خود دیکھیں تو ان کے علما مجوزین اپنی کتابوں میں مجلسِ میلاد کی جو حقیقت بیان کرتے ہیں وہ کچھ اور ہے اور جو عوام کرتے ہیں وہ کچھ اور ہے۔ علما کی بتائی ہوئی مجلسِ میلاد اور جو عوام کرتی ہے اس مجلسِ میلاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عوام کی بے راہ روی کا جب حوالہ دیا جاتا ہے تو مجلسِ میلاد کرنے والے اور ان کے حامی علما یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتے ہیں کہ ہمیں عوام سے کیا مطلب؟ ان کی غلطیوں پر آپ ہمیں کیوں الزام دیتے ہیں؟ لیکن عجیب تماشہ ہے کہ عوام کی اصلاح نہ خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں بلکہ اعلان کر دیتے ہیں یہ وہابی ہے، اس کی بات نہ سننا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام اتنے آزاد ہو گئے ہیں کہ خود مجوزین میلاد کی ہمت نہیں ہوتی کہ ان ہی کے نزدیک جو باتیں شریعت کے خلاف ہیں اس سے عوام کو روکیں۔

۱۲ ربیع الاول کو کراچی شہر کے علاقے نمائش چورنگی پر جو کچھ ہوتا ہے قابل افسوس ہے۔ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ نمائش چورنگی پر ربیع الاول کے مہینے میں بہت رش ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہاں ہمارے اسلامی بھائی اسٹیج لگا کر، بڑے بڑے اسپیکروں میں رقصیہ نعتیں چلا رہے ہوتے ہیں وہ بھی چورنگی کے دونوں اطراف میں اور الگ الگ نعتیں، ایک عجیب شور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت جب تک آپ ٹریفک میں پھنسے رہیں

گے ایک درد محسوس کریں گے، لیکن وہ درد آپ کے سر میں ہو رہا ہوگا۔ پھر چند اسلامی بھائی وہاں سے گزرنے والوں کو جھنڈیاں دیتے ہوئے جاتے ہیں اور اگر اسے ڈرائیور یا موٹر سائیکل والا نہ پکڑ پائے تو وہ جھنڈی روڈ پر پھینک دیتے ہیں اور اس پر پیچھے سے آنے والا ٹریفک اپنے ٹائر کے نیچے روند ڈالتا ہے۔ جس جھنڈی پر لکھا ہوتا ہے "سرکار کی آمد مرحبا۔" کسی پر لکھا ہوتا ہے "جشن عید میلاد النبی مبارک۔" اکثر جھنڈیوں پر نقش نعل بنا ہوا ہوتا ہے۔ موٹر سائیکل پر یہ جھنڈیاں لگا کر چلانے والوں کی موٹر سائیکل سے یہ جھنڈیاں ہوا کے زور سے گر کے نیچے سڑک پر آجاتی ہیں۔ کیا یہ سب بے حرمتی والے اعمال نہیں؟ جہاں جہاں لاؤڈ اسپیکر میں نعتیں چل رہی ہوتی ہیں وہاں آس پاس کی بلڈنگوں میں نہ عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں، نہ قرآن کی تلاوت کرسکتی ہیں۔ جن بچوں کے اسکول یا کالج کے امتحانات ہونے ہوتے ہیں وہ اپنی پڑھائی نہیں کرسکتے، بوڑھے اور مریض الگ پریشان ہوتے ہیں، قریب مدرسوں کے طالب علم توجہ سے نہیں پڑھ پاتے، پھر وہاں مسجد نبوی اور کعبہ شریف کی نقل بنادی جاتی ہے، وہاں الگ خرافاتیں ہوتی ہیں۔ کوئی تعظیماً ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے، کوئی ہاتھ اٹھا کے دعا مانگ رہا ہوتا ہے، کوئی منتیں مانگتا ہے تو کوئی وہاں کھڑا ہوا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہوتا ہے۔ کھارادر اور نمائش چورنگی پر خصوصاً اور پورے کراچی میں عموماً چوری کی بجلی سے چراغاں کیا جاتا ہے (کنڈے مار کے)۔ پھر ان محفلِ میلاد میں عورتوں کا بے پردہ آنا، وہ بھی میک اپ کر کے نامحرم کے سامنے اپنے حسن کی نمائش کرنا، ٹیلی وژن پر بے پردہ عورتوں کا نعتیں پڑھنا، محفلوں میں نعتیں پڑھنا اور ایسی نعتیں جن میں کفریہ کلام بھی شامل ہوتے ہیں، یہ سب کس کے نام پر ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر۔ کس کو خوش کرنا مقصود ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو؟!

مجلسِ میلاد منعقد کرنے والے اور ان کے حامی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کیا یہ سارے اعمال صحیح ہیں؟ کیا واقعی اس طرح کی خرافاتی حرکتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح خوش ہوگی؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی بے پردہ خواتین کے بیچ بھی تشریف لاتے ہوں گے؟ اپنی تعریف میں کہے گئے ایسے اشعار سے خوش ہوں

گے جس سے اللہ رب العزت، دیگر انبیا علیہم السلام اور فرشتوں کی توہین ہوتی ہو؟ کیا آپ اپنی ان حرکتوں پر اللہ اور اس کے رسول کی خوش نودگی اور ثواب کی امید رکھتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ عمل کارِ ثواب نہیں، یقیناً عذاب جہنم میں لے جانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''جشن عید میلاد النبی'' کے نام پر جو خرافات رائج کردی گئی ہیں اور جن میں ہر آنے والے سال میں مسلسل اضافہ کیا جارہا ہے، یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہے۔ میں اس تصور سے پریشان ہوجاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روایداد جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوں گی تو آپ پر کیا گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرامؓ ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟

بہر حال یہ ایک بدعت ہی نہیں بلکہ دین میں تحریف بھی ہے۔ حضرت بکر ابن عبداللہ المزنیؒ روایت کرتے ہیں کہ

> ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری ساری امت کے لیے ثابت ہوگی مگر بدعتی کے لیے نہیں ہوگی۔''

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کہتے ہیں کہ

> ''ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑے رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے۔'' (احکام شریعت: ص۱۲۴)

اس بحث کو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ایک ارشاد پر ختم کرتا ہوں، جوانھوں نے اسی مسئلے میں اپنے مرشد شیخ باقی باللہؒ کے بارے میں فرمایا ہے:

> ''انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ اگر بالفرض حضرت ایشاں اس وقت دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور یہ مجلس اور یہ اجتماع منعقد ہوتا، آیا آپ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ اس کو ہرگز جائز نہ رکھتے۔ فقیر کا مقصود صرف امر حق کا اظہار ہے۔ قبول کریں یا نہ کریں، کوئی پرواہ نہیں اور نہ کسی جھگڑے کی گنجایش۔''
>
> (مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر اول مکتوب: ۲۷۳)

# بدعت کی تعریف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہلِ بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی ہے، کیوں کہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل و نقل اور حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ قرآن نے صراحت سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ دین کے مٹ جانے کے اصولی دو طریقے ہیں۔ کتمانِ حق (یعنی حق اور سچ بات کو چھپانا) اور تلبیس حق و باطل (یعنی حق اور باطل باتوں کے بارے میں فریب دینا) اور اسی اختلاف اور تلبیس کی وجوہ سے دینِ الٰہی لوگوں کی خواہشات اور اہواءَ کا ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جس کا جی چاہا کسی بھی چیز کو اپنی مرضی سے دین بنا دیا اور جس چیز کی خواہش ہوئی اس کو دین سے خارج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا (معاذ اللہ)۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کسی کام کے باعث ثواب اور موجب عذاب ہونے کا فیصلہ صرف باری تعالیٰ کا کام ہے اور اس تک لوگوں کو پہنچانا اور بیان کرنا نبی اور رسول کا کام ہے۔ اپنی مرضی اور خواہش سے کسی چیز کا کارِ ثواب اور کارِ عذاب کہنے والا گویا دراصل اپنے لیے منصب الوہیت اور رسالت تجویز کرتا ہے (عیاذ اباللہ تعالیٰ)۔ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اور مکمل نمونہ بنا کر ہمیں ہر کام میں آپ کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں اپنی مرضی پر ہرگز نہیں چھوڑا۔

چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ. (سورۂ احزاب:۲۱)

تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال، اس کے لیے جو کوئی امید

رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بہترین اور اعلیٰ نمونہ قرار دے کر ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم ہر معاملے میں اور ہر ایک حرکت وسکون میں اور ہر نشست و برخاست میں اور ہر قسم کی غمی اور خوشی کے معاملات میں آپ کے نقش قدم پر چلیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (سورۂ آل عمران:۳۱)

”❶ تو کہہ! اگر محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو، تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔“

یہ آیت کریمہ اس بات کی صاف اور واضح دلیل ہے کہ اگر آج کسی جماعت یا شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہے تو لازم ہے کہ اس کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لینا چاہیے۔ سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

آپ کے اس بہترین اسوہ اور ہدایت و سیرت کی اتباع کا نام سنت اور خلاف ورزی کا نام بدعت ہے۔ حضرت جابر ابن عبد اللہؓ (وفات ۷۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبے میں جب کہ ہزاروں کا مجمع سامنے ہوتا تھا، پرزور اور بلند آواز سے یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ

”اما بعد! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ اور سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور وہ کام برے ہیں جو نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گم راہی ہے۔“

(مسلم: ج ۱، ص ۲۸۵ و مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۷)

اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدایت اور سیرت کا بدعت

---

❶ اس طرح کے الفاظ پر کوئی آگ بگولہ نہ ہو، یہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہے اور اللہ خالق ہے، اس کے لیے نہایت مناسب ہے کہ ایسی بات کرے۔

سے تقابل کر کے یہ بات واضح کردی ہے کہ آپ کی سیرت اور نمونے کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ سب بدعت ہوگا اور ہر بدعت گم راہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بدعت بری نہیں یعنی دنیاوی ایجادات بلکہ وہ بدعت بری ہے جو کتاب اللہ اور نبی کی سنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا جو چیز کتاب وسنت کی روش کے خلاف نہ ہوگی وہ بدعت اور گم راہی نہیں اور گم راہی سے اللہ تعالیٰ کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ برائی کو مٹانے کے لیے اس نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا اور ان پر کتابیں، صحیفے اور وحی نازل کی۔ حضرت امام نسائیؒ (وفات ۳۰۳ھ) کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"اور ہر گم راہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔"

(سنن نسائی: ج ۱، ص ۱۷۹)

## بدعتی کی کوئی عبادت مقبول نہیں:

اور یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی تمام عبادات کو بے کار فرمایا ہے، تاوقتے کہ وہ اپنی بدعت سے باز نہ آجائیں۔

چناں چہ حضرت علیؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"مدینۂ منورہ مقام یمر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے، سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ تو اس کی فرض عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفل۔"

(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۳۸۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۰۸۴۔ مسلم: ج ۱، ص ۱۴۴)

اس حدیث میں حدودِ حرم کی قید محض تقبیح اور تشنیع کے لیے ہے۔ یہ قید احترازی نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بری ہو اور اس سے باہر بری نہ ہو۔ جو چیز بدعت ہے وہ ہر جگہ اور وقت بدعت ہی رہے گی اور بری رہے گی۔ ہاں البتہ شرفِ مکان یا فضیلت

زمان کی وجہ سے اس کی برائی اور قباحت اور بڑھ جائے گی۔ مثلاً جھوٹ بولنا گناہ ہے، لیکن مسجد میں جھوٹ بولنا اور زیادہ گناہ ہے۔ اسی طرح بدعت بھی گناہ ہے، لیکن حدودِ حرم کے اندر بدعت زیادہ بڑا گناہ ہے۔

بدعت اور بدعتی کی تردید اور مذمت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سخت الفاظ ہو سکتے ہیں جو جناب رؤف الرحیم اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے ہیں۔ بدعت کی تردید کے لیے یہ روایتیں بالکل کافی ہیں۔ صرف بہ طور شہادت کے چند روایتیں اور بھی ملاحظہ کر لیں۔

> ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، تاوقتے کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے۔'' (سنن ابن ماجہ: ص ٦)

## بدعتی پر لعنت:

حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

> ''جس کسی نے مدینۂ طیبہ میں بدعت گھڑی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو، نہ اس کی نفل عبادت قبول ہو گی اور نہ فرض۔ بدعت جہاں بھی ہو بدعت ہی ہے۔ ہاں مدینۂ طیبہ میں اس کے گناہ کا وزن زیادہ ہو گا، کیوں کہ وہ منبع رُشد و ہدایت ہے۔'' (بخاری: ج ۱ ص ۲۵۱)

## بدعتی کی توقیر ناجائز ہے:

حضرت ابراہیم بن مسیرہؒ (وفات ۱۳۲ھ) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

> ''آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو اس

نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی۔"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلاً بہ حوالہ مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۳۱)

یہی وجہ تھی کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو بدعت اور اہلِ بدعت سے سخت نفرت تھی۔ چناں چہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ (وفات ۷۴ھ) کے پاس ایک شخص کسی کا سلام لایا۔

## بدعتی کو سلام کا جواب نہ دینا:

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ

"مجھے سلام بھیجنے والے کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے؟ اگر واقعی اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے تو میرا سلام اس کو نہ دینا۔" (ترمذی: ج ۲، ص ۳۸۔ سنن دارمی: ص ۵۹۔ سنن ابوداؤد: ج ۲، ص ۲۷۸۔ سنن ابن ماجہ: ص ۳۰۴۔ مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۳)

## سنت میں میانہ روی بہتر ہے:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

"سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے۔"

(مستدرک: ج ۱، ص ۱۰۳)

## بدعتی کا دین سے کوئی تعلق نہیں:

حافظ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں

"جس نے دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دیا تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔"

(جامع العلوم والحکم: ص ۴۲، طبع مصر)

## بدعت کے لغوی معنی:

اردو کی مشہور لغت فیروز اللغات میں ہے:

بدعت: ① دین میں کوئی نئی بات یا نئی رسم نکالنا، نیا دستور یا رسم و رواج۔

② سختی، ظلم ③ جھگڑا فساد، شرارت۔ (ص ۱۹۴)

اور مصباح اللغات میں ہے:

**البدعۃ**: بغیر نمونے کے بنائی ہوئی چیز، دین میں نئی رسم۔ وہ عقیدہ یا عمل جس کی کوئی اصل قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملے۔ (ص ۲۷)

حضرت امام نوویؒ بدعت کا لغوی معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ

**کل شیء عمل علی غیر مثال سبق.**

(نووی شرح مسلم: ج۱، ص۲۸۵)

''ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونے کے بغیر کی جائے۔''

## بدعت کے شرعی معنی:

حافظ بدرالدین عینی الحنفیؒ (وفات ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ

''بدعت اصل میں ایسی نوایجاد چیز کو کہتے ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی۔'' (عمدۃ القاری: ج۵، ص۳۵۶)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

''بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونے کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلے میں ہوتا ہے، لہٰذا وہ بری ہی ہوگی۔'' (فتح الباری: ج۴، ص۲۱۹)

علامہ مرتضٰی الزبیدی الحنفیؒ (وفات ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں:

''محدثۃ بدعۃ (کی حدیث) کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اُصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔'' (تاج العروس: ج۵، ص۲۷۱)

مولانا سخاوت علی صاحب الحنفی جون پوریؒ (وفات ۱۲۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ

''بدعت وہ کام ہے خواہ وہ عقیدے کا ہو کہ دین کا ہو اور آخرت کا نفع اور نقصان اس میں سمجھتے ہوں۔ ثابت نہ ہوا ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے۔'' (رسالہ تقویٰ: ص۹)

## بریلوی مقتداؤں کے اقوال:

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں کہ

''ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہ نئی بات (بدعت) ہے اس سے بچنا چاہیے۔'' (احکام شریعت: ص۱۲۴)

مشہور بریلوی محقق مولوی محمد صالح لکھتے ہیں:

''اصطلاحِ شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو اُمور دینیہ سے سمجھی جائے، مگر کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہو نہ کتاب (قرآن مجید) سے، نہ احادیث سے، اجماع مجتہدین سے نہ قیاسِ شرعی سے۔''

(تحفۃ الاحباب: ص۹۵)

## سب سے پہلی بدعت:

تفسیر ابن کثیر- پارہ چھ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ابن ابی حاتمؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

''ایک شخص تھا، بڑا پابند دین خدا، ایک زمانے کے بعد شیطان نے اُسے بہکا دیا کہ جو اگلے کر گئے ہیں ویسی تم بھی کر رہے ہو، اس میں کیا رکھا ہے؟ اس کی وجہ سے نہ عام لوگوں میں تمہاری قدر ہوگی اور نہ شہرت۔ تمھیں چاہیے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرو، اسے لوگوں میں پھیلاؤ، پھر دیکھو کیسی شہرت ہوتی ہے اور کس طرح جگہ جگہ تمہارا ذکر ہونے لگتا ہے۔ چناں چہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کی وہ باتیں لوگوں میں پھیل گئیں اور ایک زمانہ اس کی تقلید کرنے لگا۔ اب تو اُسے بڑی ندامت ہوئی اور اس نے ملک چھوڑ دیا اور تنہائی میں خدا کی عبادتوں میں مشغول ہو گیا، لیکن خدا کی طرف سے جواب ملا کہ ''صرف تیری ہی خطا ہوتی تو معاف کر دیتا، لیکن تو نے عام لوگوں کو بگاڑ دیا اور انھیں گم راہ کر کے چھوڑا، انھیں غلط راہ پر لگا دیا، جس راہ پر چلتے چلتے وہ مر گئے اُن کا بوجھ تجھ پر سے کیسے ہٹے گا؟ میں تیری

توبہ قبول نہیں کروں گا۔''

بس جس نے شریعت میں کسی ایسی بات کو نکالا جو اس میں نہیں تھی تو اس نے اس شریعت کو ناقص سمجھا اور اپنی طرف سے ایک نئی شریعت بنالی۔ پھر اس کا عامل بنا اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ بہ ظاہر تو وہ اپنے آپ کو فرماں بردار اور محبانِ رسول سمجھ رہا ہے، لیکن ایسا انسان سخت گم راہ ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

## بدعتی اہلِ اسلام میں سے نہیں:

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بدعتی کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، صدقہ، فدیہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، بلکہ وہ اسلام سے ایسا باہر ہو جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔'' (ابن ماجہ: ص ۴۰، حدیث ۵۱، امور بدعت کا بیان)

میرے مسلمان بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جو کام نہیں کیا وہ کام اگر ہم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے قیامت کے دن یہ نہیں پوچھے گا کہ ''تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟'' جسے ہم ثواب سمجھ کر کر رہے ہوں لیکن اللہ رب العزت نے حشر کے میدان میں پوچھ لیا کہ ''یہ کام تم نے کیوں کیا تھا؟'' تو جواب دینا بھاری پڑ جائے گا، کیوں کہ اللہ کے آگے بہانے بازی نہیں چلتی۔ بدعت دین میں کی گئی ہر اس ایجاد کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ اربعہؒ نے نہ کیا ہو اور نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ جب انھوں نے یہ کام نہیں کیے تو ہم کیوں کریں اور اس پر ثواب کی امید کریں؟ ثواب تو فرض، واجب اور سنتوں کی ادائیگی پر اور حرام اور مکروہ باتوں سے بچنے پر ملا کرتا ہے اور مباح کام پر تو نہ ثواب ہے اور نہ عذاب۔

تو میرے بھائیو! ان باتوں کا علم آپ کو قرآن اور حدیث کے مطالعے سے ہوگا یا پھر فقہ کی کتابوں سے۔ کیوں کہ اگر آپ کو کسی بھی بدعت سے روکا جاتا ہے تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہوتی ہے کہ ان بدعات کا حکم ہمیں قرآن وحدیث کے مطالعے سے

نہیں ملتا، اگر ملتا تو یہ عمل بدعت میں نہ کہلاتا۔

جو کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ نے نہیں کیا، ایسا کام دین سمجھ کر کرنا گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ میں نقص نکالنا ہے کہ ان باتوں کو معاذ اللہ! وہ سمجھ نہیں سکے جن کو ہم ادا کر رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ!

میرے محترم بزرگو اور دوستو! جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہونے والی ہی نہیں ان باتوں میں نہ اُلجھیں، بلکہ جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہونے والی ہے ان باتوں پر عمل کریں۔ ان کے مسائل سیکھیں۔ اس بات کی فکر کریں کہ اپنے عمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنائیں، تاکہ وہ اللہ کے دربار میں قبول ہوں اور وہ آپ کی نجات کا ذریعہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر مسلمان مرد اور عورت کو ہر بدعت سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ

''جو بات صحابہؓ سے ثابت نہ ہو ایسی نئی بات پر ایک زمانے کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکا میں نہ ڈال دے اور تو اُس طریقۂ سلف پر مضبوطی اختیار کرے اللہ تیرا مددگار ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج ۱، ص ۱۰۷)

## جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں شک ہو؟

پیش کردہ دلائل سے بحمد اللہ تعالیٰ سنت اور بدعت کی حقیقت اور اس کا حکم واضح سے واضح تر ہوگیا۔ لیکن بالفرض اگر کسی شخص کو کوئی اشتباہ باقی رہے یا کوئی صحیح رائے قایم کرنے سے قاصر ہو تو ان کے لیے صحیح راہِ عمل صرف یہی ہے کہ وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں اور اگر کسی چیز کے بدعت اور سنت یا مستحب اور مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی ان کے لیے صحیح راہِ عمل ہے اور بہ اتفاق علما ان کے لیے یہی طریقہ صحیح راہ نمائی کے لیے بالکل کافی ہے۔

چناں چہ حضرت وابصہ ابن معبدؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گناہ وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردّد واقع ہو، اگرچہ لوگ (اور نام کے مفتی) تجھے فتویٰ بھی دیدیں۔'' (رواہ احمد والدارمی، بہ حوالہ مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۴۲)

اور حضرت عطیۃ السعدیؓ فرماتے ہیں کہ

''جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندہ پرہیزگاروں کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا، تاوقتے کہ وہ چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ وہ ذریعہ بنتی ہیں ایسی چیزوں کا جن میں حرج ہے۔''

(رواہ الترمذی وابن ماجہ، بہ حوالہ مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۴۲)

حضرت معاذ ابن جبلؓ کو جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا:

''تم بغیر علم کے کوئی حکم اور فیصلہ ہرگز صادر نہ کرنا اور اگر تم پر کسی چیز میں اشکال گذرے تو توقف کرنا، حتیٰ کہ تم اس کو اچھی طرح روشن پالو اور یا میری طرف خط لکھنا۔'' (ابن ماجہ: ص ٦)

حضرت نعمان ابن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور مشتبہات میں جاپڑا تو (گویا) وہ حرام میں جاپڑا، جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جاپڑے۔'' (بخاری: ج ۱، ص ۱۳۔ ابن ماجہ: ص ۲۹۶)

ان روایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جن امور میں شک واقع ہو ان میں اپنے دین اور عزت کو صرف اسی صورت میں محفوظ رکھا جاسکتا ہے کہ ایسے کاموں میں انسان دخل ہی نہ دے اور ان پر عمل کرکے اپنی ابدی زندگی کو برباد نہ کرے اور خلق خدا کو گم راہ ہونے سے بچائے۔ خصوصاً ایسے کام جو کفر اور شرک و بدعت کا ذریعہ بنتے ہوں۔ اور

یہ معاملہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردد اور اشتباہ والے کاموں سے بچنے کا صریح حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چناں چہ حضرت حسن ابن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے تردد اور اشتباہ میں ڈالے اور ایسی چیز اختیار کر جو تیرے لیے باعث تردد نہ ہو، کیوں کہ خیر باعثِ اطمینان اور شر باعث شک ہے۔'' (مستدرک: ج ۲، ص ۱۲)

یہ صریح اور صحیح حدیث بھی اس امر کو روشن کر دیتی ہے کہ جس چیز میں تردد اور اشتباہ ہو (یعنی اس کے سنت اور بدعت ہونے میں شک ہو) تو ایسی چیز کو چھوڑنا ہی ضروری ہے۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو اسے چھوڑ دیا جائے گا، اس لیے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔ (فتح القدیر: ج ۱، ص ۴۵۵، باب سجود السہو)

بحر الرائق میں ہے کہ جب کسی حکم کے متعلق سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو بدعت کو چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہتر اور راجح ہوگا۔ (ج ۳، ص ۳۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو وہ چھوڑی جائے گی۔ (ج ۱، ص ۱۷۹)

شامی میں ہے کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو سنت کو چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ (ج ۱، ص ۶۰۰، مکروہات الصلوٰۃ)

علامہ برکلی الحنفیؒ (وفات ۹۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ

> ''تم جان لو کہ بدعت کا کام ترک سنت سے زیادہ مضر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرات فقہائے کرامؒ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک کرنا ہی ضروری ہوگا۔'' (طریقہ محمدیہ)

قاضی ابراہیم الحنفیؒ فرماتے ہیں:

''جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو، اس کو چھوڑ دے، کیوں کہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں۔''

(نفائسِ الازیادتر جمہ مجالس الابرار: ص ۱۲۹)

علامہ ابن نجیم الحنفیؒ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ

''جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان دائر ہو تو لازم ہے کہ اس کو سنت کی طرح ترک کر دیا جائے۔'' (بحرالرائق: ج ۲، ص ۱۶۵)

یہ عبارات اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ جب کوئی چیز ایسی ہو کہ اس میں سنت کے پہلو کے ادا کرنے سے بدعت لازم آتی ہو تو سنت کے پہلو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کو مطلقاً ترک کرنا ضروری ہوگا۔ کیوں کہ اس کے ساتھ بدعت کا پہلو بھی شامل ہے۔ سنت تو خیر پھر سنت ہے، اگر کوئی چیز بدعت اور حضرات فقہائے کرام کے اصطلاحی واجب کے درمیان بھی دائر ہو تو اس کو بھی ترک کرنا لازم اور ضروری ہے، کیوں کہ اس سے بدعت کے پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

بدعت اتنی بری چیز ہے کہ شریعت مطہرہ کو اس کا وجود بالکل گوارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت کو ختم کرنے کے لیے مستحب، سنت اور حتیٰ کہ واجب تک کی قربانی گوارا کر لی جائے گی، مگر بدعت کو ہرگز ہرگز فروغ نہیں دیا جائے گا۔

میرے مسلمان بھائیو! اگر آپ کو صحیح معنی میں اللہ رب العزت سے لگاؤ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت ہے تو اس کا واحد طریقہ صرف یہ ہے کہ سنت کی اتباع کریں اور حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ وہی عقاید اور اعمال اختیار کریں جو انھوں نے اختیار کیے تھے اور ان تمام عقاید اور اعمال سے بچیں جو انھوں نے نہیں کیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے قول کے زمرے میں آجائیں، جس کے مطابق مسجدوں میں اجتماع ہو اور ایمان سے محرومی ہو۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ مسجدوں میں اکھٹے تو ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مومن نہ ہوگا۔ (مستدرک: ج ۴، ص ۴۴۳)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اخلاص اور اتباعِ سنت کے ساتھ معمولی عبادت بھی مفید

ہے اور بدعت کو دل میں جگہ دینے سے بڑی سے بڑی عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاصِ عمل اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بدعتوں سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

# آخری عرض

یہ کتاب میں نے کسی فرقے کی تذلیل کے لیے نہیں لکھی بلکہ میرا رب جانتا ہے کہ کتاب لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کو دو بڑی بدعتوں کی تفصیل و تاریخ بتانا اور انھیں گم راہی سے بچانے کے لیے اصلاح کی کوشش میں ہے۔

بہت حد تک ممکن ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کی ردّ میں کوئی کتاب لکھ کر مجھے مخاطب کرنا چاہیں، تو بے کار وقت کا ضیاع کریں گے۔ دین میں کوئی چیز ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔ میں نے یہ کتاب مناظرے کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے لکھی ہے۔ اس لیے اس کتاب سے جو اصلاح کا پہلو نکلتا ہے اُسے مدنظر رکھیں اور جہاں کہیں اسلام کے نام پر بدعتیں کی جارہی ہیں انھیں روکیں۔

اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اسے میری کوتاہی شمار کیا جائے، اکابر علما کو نشانہ نہ بنایا جائے۔

اللہ رب العزت سے مجھ سمیت تمام اُمت مسلمہ کی اصلاح اور انھیں راہِ سنت پر چلانے کی دعا ہے۔ آمین ثم آمین

نعمان محمد امین

# سراپائے اقدس صلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ وآلہٖ وسلم

اے رسولِ امیںؐ، خاتم المرسلیںؐ، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دُود مانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سیّدُ الاوّلیں، سیّدُ الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کُل جہاں میں ہُوا، اِس زمیں میں ہُوا، آسماں میں ہُوا
کیا عرب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خُلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

"سِدرۃُ المنتہیٰ" رہگزر میں تری، "قابَ قوسَین" گردِ سفر میں تری
تُو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سرمدی تاج کی، زُلفِ تاباں حَسیں رات معراج کی
"لیلۃُ القدر" تیری مُنوّر جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

مُصطفےٰ مُجتبےٰ، تیری مدح وثنا، میرے بس میں نہیں، دَسترس میں نہیں
دِل کو ہمّت نہیں، لَب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ مَیں جِس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہَیں یہ صِدّیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہدِ عَدل ہَیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیسِ اَنفَسِ دوجہاں، سَرورِ دِلبراں دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں



# دیوبندی

نہ فرقہ ہے نہ مذہب

ہر معقول پسند دین دار آدمی کا نام

دیوبندی ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبالؒ

کیا الصلوٰۃ و سلام
اور
محفل میلاد بدعت ہے؟